



☆ مجلہ "کلمہ حق" کی خصوصی اشاعت کے حوالے سے دشام بازیوں بندی ٹولے کے اعتراض کا دلائل تکمین جواب

☆ مولوی طارق جیل دیوبندی کی طرف سے حضرت یونس علیہ السلام کی گستاخی (قطاول)

☆ مولوی ابوالیوب دیوبندی اور ساجد خان دیوبندی کی جہالت کا ثبوت

☆ مولوی تور محمد نانڈوی دیوبندی کے سیاہ جمیع کی نقاب کشانی

☆ اقسام المتكلمين حضرت مولانا نقی علی خان کی کتاب "اصول الرشاد لقمع مبانی"

الفساد" مولوی سرفراز گلصردی دیوبندی کے پوتے مولوی عمار خان ناصر دیوبندی کی نظر میں

مذکور:

عبد المصطفیٰ قادری رضوی

ایمیل: kalimaeahaq92@gmail.com
فیس بک آئیڈی: kalimaeahaq92

☆ تحدہ ہندوستان میں وہابیت دیوبندیت کا آغاز

☆ مولوی ابوالیوب دیوبندی کے ایک عظیم محل کا اکٹھاف

☆ دیوبندی خود بدلتے ہیں کتابوں کو بدلتے ہیں: (قط: ۱۳)

☆ حاجی احمد از الله مہاجر کی ہمولوی قاسم ناتوانی دیوبندی، سرجن اشیمن دیوبندی اور مولوی عطاء

النڈ شاہ بخاری دیوبندی، اللہ تعالیٰ کے "بے ادب" ہیں: مولوی اسرار علی تھانوی دیوبندی کا فتویٰ

بِفَيْضِهِ نَظَرٌ

☆ شیخ الاسلام والمسلمین، تاج المحققین، امام اہل سنت، مجدد دین وملت،
 حضرت علامہ مولانا مفتی قاری حافظ امام الشاہ احمد رضا خاں قادری برکاتی حنفی بریلوی
 ☆ شیر پیشہ اہل سنت، مظہر اعلیٰ حضرت، امام المناظرین، فاتحِ مذاہب باطلہ
 حضرت علامہ مولانا ابوالفتح حافظ قاری محمد حشمت علی خاں قادری رضوی لکھنؤی
 ☆ وارث علوم اعلیٰ حضرت، نبیرہ مفتی اعظم ہند، شہزادہ مفسر اعظم ہند
 پیر طریقت، رہبر شریعت، رہنمائے قوم وملت، تاج الشریعہ
 حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اختر رضا خاں قادری رَحْمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى أَجْمَعِينَ

عقائد اہل سنت کا محافظ

مجلہ کلمۃ حق پاکستان

غیر موقّت شمارہ نمبر: 15

مئی 2020 ☆ رمضان المبارک 1441ھ

مدیر: عبدالصطاف قادری رضوی

ایمیل: kalimaehaq92@gmail.com

فیس بک: [کلمۃ حق 92](#)

شمارہ ان مکتبوں سے حاصل کریں:

مکتبہ برکات المدینہ، جامع مسجد بہار شریعت، بہادر آباد، کراچی
 مکتبہ غوثیہ، پرانی سبزی منڈی، یونیورسٹی روڈ، بال مقابل میں گیٹ عسکری پارک، کراچی

فہرست

صفحہ نمبر	عنوانات	
3	اداریہ مدیر کے قلم سے	☆
5	محلہ "کلمہ حق" کی خصوصی اشاعت کے حوالے سے ڈشام بازدیوبندی ٹولے کے اعتراض کا دندان شکن جواب	☆
15	مولوی طارق جیل دیوبندی کی طرف سے حضرت یوسف علیہ السلام کی گستاخی	☆
32	مولوی ابوالیوب دیوبندی اور ساجد خان دیوبندی کی جہالت کا ثبوت	☆
41	مولوی نور محمد ثاندھوی دیوبندی کے سیاہ جھوٹ کی نقاب کشائی	☆
49	امام المتكلمين حضرت مولانا نقی علی خان کی کتاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" مولوی سرفراز گھڑوی دیوبندی کے پوتے مولوی عمارخان ناصر دیوبندی کی نظر میں	☆
51	متحده ہندوستان میں وہابیت دیوبندیت کا آغاز	☆
70	مولوی ابوالیوب دیوبندی کے ایک عظیم دجل کا اکشاف	☆
73	دیوبندی خود بدلتے نہیں کتابوں کو بدل دیتے ہیں	☆
84	حاجی امداد اللہ مہاجر کی، مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی، سراج الیقین دیوبندی اور مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری دیوبندی، اللہ تعالیٰ کے "بے" آدب، ہیں: مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کا فتویٰ	☆
87	تبصرہ کتب	☆

اداریہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قارئین کرام!

السلامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبرَّكَاتُهُ

بِفَضْلِهِ تَعَالَى وَبِكَوْرِ حَبِيبِهِ الْأَعْلَى (جَلَّ وَعَلَا وَصَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ) طویل وقفعے کے بعد شائع ہونے والے ”محلہ کلمہ حق“ کو اہل سنت کی جانب سے بہت پذیرائی ملی۔ جس پر اللہ تعالیٰ کاشکرگزار ہوں۔ ”کلمہ حق“ کے متعلق دُشام باز دیوبندی ٹولہ پکھ سال قبل اپنے گالی نامہ میں یہ لکھ چکا ہے کہ:
 ”اب ہمارے صبر کا پیانہ بھی لبریز ہو چکا ہے۔“ (قہر حق، صفحہ ۷)
 اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں: مُؤْتُوا بِغَيْظُكُمْ۔

حسب سابق اس بار بھی ”کلمہ حق“ کے گذشتہ شمارہ کی اشاعت پر مخالفین میں ماتم کی کیفیت تھی، کیونکہ (”کلمہ حق“ کے) جواب میں جو گالی نامہ ان کی طرف سے انٹرنیٹ پر شائع کیا گیا، اس کو دیکھ کر یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ ”کلمہ حق“ کی علمی گرفت نے کس طرح ان کو صدمہ پہنچایا ہے، مجھے خدشہ ہے کہ ”کلمہ حق“ کی علمی ضربوں سے دُشام بازوں کے مکمل طور پر پاگل نہ ہو جائے۔

ایک دلچسپ بات قارئین کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں، بات کچھ یوں ہے کہ مجلہ ”کلمہ حق“ کے گذشتہ شمارہ کی اشاعت پر مفتی نجیب اللہ عمر دیوبندی نے اپنے فیس

بک اکاؤنٹ پر لکھا کہ بریلوپیوں کی باسی کڑی میں ابال آیا ہے (موصوف کو یہ بات لکھتے ہوئے شرم آنی چاہیے تھی، لیکن چونکہ شرم آنے کے لیے شرم کا وجود ہونا ضروری ہے اور وہ موصوف میں موجود نہیں، اس لیے ان کو یہ طعن کرتے ہوئے شرم نہ آسکی) ہمیں طعنہ دینے والے یہ موصوف خود اس ”محلہ نور سنت کراچی“ کے مدیر ہیں، جس کی اشاعت رُکے ہوئے پانچ سال سے زائد کا عرصہ گذر چکا ہے، آپ کے بقول ہم نے ”کلمہ حق“ شائع کیا ہے تو ہماری باسی کڑی میں ابال آیا ہے، لیکن آپ کا اپنا ”محلہ نور سنت“ بھی تو کئی سال سے شائع نہ ہوسکا، اس کو کیا کہنا چاہیے؟ اس کا فیصلہ انصاف پسند قارئین پر چھوڑتے ہیں۔ ”محلہ کلمہ حق“ کی اشاعت پر مفتی نجیب اللہ عمر دیوبندی کے طعن سے یہ بات ایک بار پھر ثابت ہو گئی کہ ”دیوبندی بولتے ہیں مگر سمجھتے نہیں“۔

مدیر کے قلم سے



نوٹ: مضمون نگاروں سے ادارہ کا مکمل اتفاق ضروری نہیں۔

نام کتاب: مولوی الیاس گھسن، اپنے کردار کے آئینہ میں (حصہ اول)

مؤلف: میثم عباس قادری رضوی

صفحات: ۲۱۶

ناشر: ادارہ تحفظ عقاید اہل سنت، پاکستان

لاہور، کراچی میں موجود اہل سنت کے کتب خانوں سے حاصل کریں۔

اس کتاب میں مولوی الیاس گھسن دیوبندی کے بارے میں ایسے حقائق بیان

کیے گئے ہیں جن کو جان کر ایک دین دار آدمی کا سر شرم سے جھک جائے۔

محلہ ”کلمہ حق“ کی خصوصی اشاعت کے حوالے سے ڈشام بازدیوبندی ٹولے کے اعتراض کا دندان شکن جواب

یثم عباس قادری رضوی

اہل علم و فہم یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ: کل امر مروہون باوقاتہا ”تمام معاملات اپنے اوقات کے بد لے رہن رکھے ہوئے ہیں“۔ لیکن کیا کریں کہ ہمارا واسطہ ایسے بد فہم اور بد عقل گروہ سے پڑا ہے جو عقل سلیم اور فہم و فراست سے عاری ہے، جی ہاں آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ میری مراد دیوبندی فرقہ ہے۔ بات کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ آج سے قریباً اسال قبل ۱۳۲۰ھ میں لاہور سے دیوبندی فرقہ کے ایک نہاد مناظر مولوی حماد دیوبندی اور اس کے چند حواریوں کی جانب سے ”رائے سنت“ کے نام سے ایک مجلہ کی اشاعت شروع ہوئی۔ یہ مجلہ خاص طور پر ہم اہل سنت و جماعت کے خلاف شروع کیا گیا۔ اس کے رد عمل میں راقم نے اہل سنت کی طرف سے ان پر اولین اور موثر ضرب لگانے کا فیصلہ کیا اور ”کلمہ حق“ کے نام سے مجلہ کی اشاعت شروع کر دی۔ ”محلہ کلمہ حق“ کی اشاعت سے دیوبندی صفوں میں کھلبی مج گئی، جواباً دیوبندیوں نے اپنی عزت بچانے کے لیے ذاتی حملوں اور (محلہ ”کلمہ حق“ کی) چند باتوں کے نام نہاد جواب میں دجل و فریب پر مشتمل رسالہ ”سیفِ حق“ شائع کیا۔ ڈشام بازدیوبندی ٹولے کا باطل شکن مجلہ ”کلمہ حق“ میں کیے گئے تمام اعتراضات کے جوابات دینے کی بجائے صرف چند اعتراضات کا برائے نام جواب دینا، دیوبندیوں کے امام مولوی سرفراز گھر طوی دیوبندی کے اصول کے مطابق ہمارے مقابل

دیوبندیوں کی شکست پر میر تصدیق ثبت کر گیا۔ کیونکہ قاضی شمس الدین دیوبندی نے جب مولوی سرفراز گھڑوی دیوبندی کی کتاب ”سَمَاعُ الْمَوْتَى“ کا جواب لکھا، تو مولوی سرفراز گھڑوی دیوبندی نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”وَسَمَاعُ الْمَوْتَى“ کے جواب میں بہت ہی بُری طرح ناکام ہوئے ہیں اور ”سَمَاعُ الْمَوْتَى“ میں سینکڑوں حوالوں سے نظر بچا کر کمال بزرگی کے پیش نظر صرف چند حوالوں کا جواب زیپ قرطاس فرمایا اور کچھ ادھر ادھر کی غیر متعلق باتیں کر کے اور آخر میں بزرگانہ نصیحت فرمایا کہ جواب سے فارغ الذمہ ہو گئے ہیں۔“

(الشہاب لمبین، صفحہ ۱۲، مطبوعہ مکتبہ صدقہ ری، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ)

کچھ سطر بعد مولوی سرفراز گھڑوی دیوبندی نے اس رد پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ

اصول بیان کیا کہ:

”کسی بھی اہل علم سے یہ بات مخفی نہیں ہو سکتی کہ جب بھی کوئی شخص کسی کتاب یا کسی مضمون کی تردید کرتا ہے تو بزمِ خویش اس میں قابل موادِ سب باتوں کو ضرور ملاحظہ رکھتا ہے جو باتیں قابل تردید ہوتی ہیں ان کی خوب دل کھوں کر تردید کرتا ہے اور جو باتیں صحیح یا لا جواب ہوتی ہیں ان پر خاموشی اختیار کر لیتا ہے۔“

(الشہاب لمبین، صفحہ ۱۲، مطبوعہ مکتبہ صدقہ ری، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ)

اسی صفحہ پر مولوی سرفراز گھڑوی دیوبندی نے قاضی شمس الدین دیوبندی کے جواب پر تبصرہ کرتے ہوئے مزید لکھا:

”محترم جناب قاضی صاحب نے کتاب ”سَمَاعُ الْمَوْتَى“ میں درج شدہ صد ہا صدر تھے حوالوں میں سے صرف چند کا انتخاب فرمایا ہے اور بقیہ پرچھ سادھی ہی ہے، جو اس بات کا واضح تقریر نہ ہے کہ بقیہ

سب حوالے درست اور استدلالات بالکل صحیح ہیں اور لا جواب ہیں،
ورنہ ان پر بھی ضرور گرفت کرتے۔“

(الشہاب الْمُبِین، صفحہ ۱۲، مطبوعہ مکتبہ صدریہ، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ)

اس کے اگلے صفحہ پر بھی مولوی سرفراز لکھڑوی دیوبندی نے قاضی شمس الدین
دیوبندی کو مشورہ دیتے ہوئے لکھا:

”خود محترم جناب قاضی صاحب کے لیے بھی اور اس مسئلہ میں ان
کے جملہ حواریوں کے لیے بھی یہی مناسب ہے کہ کتاب سُمَاع
الْمُؤْتَى“ کے تقيید اور گرفت سے بالاتر دلائل اور حوالوں کو آنکھیں بند
کر کے قبول کر لیں، کیونکہ وہ السکوت فی معرض البیان بیان
کے قاعدہ کے لحاظ سے صحیح اور لا جواب ہیں۔“

(الشہاب الْمُبِین، صفحہ ۱۳، مطبوعہ مکتبہ صدریہ، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ)

مولوی سرفراز لکھڑوی دیوبندی نے اپنی ایک اور کتاب میں بھی لکھا ہے:
”صرف دوچار حوالوں کا انتخاب کر کے اپنی حواریوں کو یہ باور کراؤ یا کہ
جواب ہو گیا یا ہم جواب میں سرخرو ہو گئے ہیں، کوئی معنی نہیں رکھتا۔“

(باب جنت، صفحہ ۲۷، مطبوعہ مکتبہ صدریہ، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ)

دیوبندیوں کے مزعومہ ”امام اہل سنت“ مولوی سرفراز لکھڑوی دیوبندی کے پیش
کیے گئے ان پانچوں اقتباسات کی روشنی میں ہمارا یہ کہنا بالکل ذرست ہے کہ مجلہ ”کلمہ
حق“ کے جن اکثر اعترافات کا جواب دشام باز دیوبندی ٹولے کی جانب سے نہیں
diyā گیا، وہ بالکل صحیح اور کسی بھی طرح کی گرفت اور تقيید سے بالاتر ہیں، اسی لیے تو
دیوبندی ان کا جواب دینے سے عاجز ہوئے۔ اللَّهُمَّ دِلِّلْهُ۔

محلہ ”کلمہ حق“ کے جواب میں دیوبندیوں کے شائع کردہ مجلہ ”سیف حق“
کا جواب دینے کے لیے محلہ ”کلمہ حق“ میں ایک سے زائد مرتبہ اعلان کیا گیا کہ دیوبندی

محلہ "سیفِ حق" کے جواب میں خصوصی شمارہ شائع کیا جا رہا ہے۔ دیوبندی مجلہ "سیفِ حق" کے اکثر حصہ کا جواب لکھا ہوا رقم کے پاس موجود ہے، لیکن مصروفیات کے سبب اسے مکمل نہ کر سکنے کی وجہ سے شائع نہیں کیا جا سکا۔ خیر جب خصوصی شمارہ اعلان کے مطابق شائع نہ ہو سکا تو دشام باز دیوبندی ٹولے نے اسے رقم کا جھوٹ قرار دیتے ہوئے لکھا:

"جھوٹ نمبرا: ضروری اعلان: "کلمہ حق" کا اگلا شمارہ خصوصی شمارہ ہو گا جو کہ" "کلمہ حق" کے جواب میں دیوبندیوں کے دجل و فریب کے مجموعے "سیفِ حق" کے منہ توڑ جواب پرمنی ہو گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ یہ شمارہ کم و بیش ۲۵۰ سے ۳۰۰ صفحات پر مشتمل ہو گا، جس میں دیوبندیوں کی ایسی درگت بننے کی جسے ان شاء اللہ کبھی نہیں بھولیں گے، اس خصوصی شمارہ کی قیمت ۱۰۰ سے ۱۲۰ روپے تک متوقع ہے۔ قارئین نوٹ فرمائیں (رضوی) (کلمہ باطل، ۸، ص ۳۸)"۔ اس اعلان کے بعد شمارہ نمبر ۱۲ آگیا، یہ شمارہ نہ آیا۔ کیا یہ میشم کا بدترین جھوٹ نہیں؟ لعنةُ اللہ علی الکاذبین (محلہ سوط الحق، صفحہ ۶)

قارئین! آپ نے ملاحظہ کیا کہ بد عقل دیوبندیوں نے اعلان کے بعد خصوصی شمارہ شائع نہ کر سکنے کو جھوٹ قرار دیا ہے۔ اب ذیل میں دشام باز دیوبندی ٹولہ کے "محلہ راہ سنت، لاہور" میں شائع ہونے والے وہ اعلانات پیش کیے جا رہے ہیں جو آج تک پورے نہیں ہو سکے۔ لہذا دشام باز دیوبندی ٹولہ کے اصول کے مطابق دیوبندیوں کے یہ سب اعلانات بدترین جھوٹ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی لعنت کا سبب ہیں۔

"لطمه اہل السنة" کی اشاعت کے متعلق بدترین دیوبندی جھوٹ:

(۱) مولوی حماد دیوبندی کی زیر ادارت شائع ہونے والے دیوبندی مجلہ "راہ سنت" کے شمارہ نمبرا میں یہ اعلان شائع ہوا:

"لطمه اہل السنة، عنقریب کتابی شکل میں آپ کے سامنے ہو گا، ان شاء اللہ تعالیٰ"

(سہ ماہی دیوبندی مجلہ راہ سنت، لاہور۔ شمارہ: ۱، صفحہ ۷۔ بابت: جمادی الثانی / ربیعہ شعبان: ۱۴۳۳ھ)

(۲) دیوبندی مجلہ "راہِ سنت" شمارہ نمبر ۷ میں پھر اعلان شائع ہوا:

"اہم اعلان: پچھلے شمارے اور اس شمارے میں "عباراتِ اکابر پر تقيید کے جائزے" کی قسط شامل نہیں کی جاسکی، جس کی وجہ سے اس قسط کے مضمون کا طویل ہونا تھا، اپنی طوالت، اہمیت اور جامعیت کی وجہ سے اس کو اکٹھا شائع کرنے میں فائدہ زیادہ تھا، مگر چونکہ صفحات مضامین کی کثرت کی وجہ سے بیج نہیں پار ہے تھے، اس لیے وہ قسط شامل نہیں کی جاسکی۔ ان شاء اللہ الگلے شمارے میں ضرور شامل ہوگی۔ ان شاء اللہ پہلی جلد کا مسودہ کمپوز ہو رہا ہے، جلد ہی منظرِ عام پر آجائے گی۔"

(دوماہی مجلہ راہِ سنت، لاہور۔ شمارہ: ۷، صفحہ ۱۵)

قارئین! دُشام باز دیوبندی ٹولے کی جانب سے جون ۲۰۱۰ء کے قریب "محلہ راہِ سنت"، لاہور، میں کیا گیا اعلان آپ نے ملاحظہ کیا، جس میں یہ کہا گیا کہ اگلے شمارے (یعنی شمارہ نمبر ۸) میں مولوی حماد دیوبندی کے مضمون "عباراتِ اکابر پر تقيید کا جائزہ" کی اگلی قسط ضرور شائع ہوگی، نیز "عباراتِ اکابر پر تقيید کا جائزہ" (یعنی لطمه اہل النہ) کتابی صورت میں بھی جلد منظرِ عام پر آجائے گی۔ لیکن اگلے شمارے میں نہ تو اس مضمون کی قسط شائع ہوئی اور نہ ہی (تا حال مئی ۲۰۲۰ء تک) "لطمه اہل النہ" یعنی "عباراتِ اکابر پر تقيید کا جائزہ" کتاب شائع ہو سکی۔ لہذا دُشام باز دیوبندی ٹولے کے اصول کے مطابق یہ دیوبندیوں کا بدترین جھوٹ قرار پایا۔ لعنةُ الله عَلَى الْكُذَّابِينَ۔

(۳) "لطمه اہل النہ" یعنی "عباراتِ اکابر پر تقيید کا جائزہ" کی اشاعت کے متعلق اولین اعلان کے قریباً دو سال بعد دیوبندی مجلہ "راہِ سنت"، لاہور کے شمارہ نمبر ۸ میں ایک بار پھر یہ اعلان شائع کیا گیا کہ:

"عباراتِ اکابر پر تقيید کا جائزہ، کی پہلی جلد عنقریب چھپ کر آ رہی ہے۔"

(دوماہی مجلہ راہِ سنت، لاہور۔ شمارہ: ۸، صفحہ ۱۷)

قارئین! آپ نے ملاحظہ کیا کہ دوماہی مجلہ "راہِ سنت" کے شمارہ نمبر ۸ (۱۳۳۰ھ)،

شمارہ نمبرے اور شمارہ نمبر ۸ میں دیوبندیوں کی جانب سے بار باریہ اعلان کیا جاتا رہا کہ مولوی حماد دیوبندی کی کتاب ”لطمه اہل اللہ“ یعنی ”عباراتِ اکابر پر تنقید کا جائزہ“ عنقریب شائع ہو رہی ہے۔ اس وقت رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ / مئی ۲۰۲۰ء ہے۔ جس کے مطابق کتاب ”عباراتِ اکابر پر تنقید کا جائزہ“ (”لطمه اہل اللہ“) کی کتابی صورت میں اشاعت کے اوّلین اعلان کو قریباً اسال ہو گئے ہیں، لیکن ابھی تک یہ جواب کتابی شکل میں شائع نہیں ہوسکا۔ لہذا دُشام باز دیوبندی ٹولہ کے اصول کے مطابق یہ دیوبندیوں کا بدترین جھوٹ ہے۔ **لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكُفَّارِ**

مولوی حماد دیوبندی کا بدترین جھوٹ:

(۲) مولوی حماد دیوبندی نے لکھا:

”عاجز کی کتاب ”تصویر کے دوزخ“ کا مطالعہ فرمائیں جو عنقریب **إِنْ شَاءَ اللَّهُ**
شائع ہونے لگی ہے۔“

(محلہ راہِ سنت، لاہور۔ شمارہ ۲، صفحہ ۳۶۔ بابت رمضان المبارک / شوال المکرم ۱۴۳۰ھ)

مولوی حماد دیوبندی نے ۱۴۳۰ھ میں اپنی کتاب ”تصویر کے دوزخ“ کی اشاعت کا اعلان کیا۔ لیکن قریباً اسال ہو چکے ہیں، ”عباراتِ اکابر پر تنقید کا جائزہ“ کی طرح یہ کتاب بھی اب تک شائع نہ ہو سکی۔ لہذا دُشام باز دیوبندی ٹولہ کے اصول کے مطابق یہ بھی مولوی حماد دیوبندی کا بدترین جھوٹ قرار پایا۔ **لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكُفَّارِ**۔ مجلہ ”راہِ سنت“، لاہور کے ”کنز الایمان نمبر“ کی اشاعت کے متعلق

بدترین دیوبندی جھوٹ:

(۵) مولوی حماد دیوبندی نے مجلہ ”راہِ سنت“ لاہور کے شمارہ نمبر ۵ کے اداریہ میں اعلان کیا کہ:

”**إِنْ شَاءَ اللَّهُ عنقریب ”میلان نمبر“ کی طرز پر ”کنز الایمان نمبر“ شائع کرنے کا**

فیصلہ کیا گیا ہے۔” (دوماہی مجلہ راہِ سنت لاہور۔ شمارہ: ۵، صفحہ ۱۲)

(۶) مجلہ ”راہِ سنت“ لاہور، شمارہ نمبر ۶ میں بھی اعلان شائع ہوا، جس میں ”کنز الایمان نمبر“ کی اشاعت کامہینہ، صفحات کی تعداد اور قیمت کا تعین کرتے ہوئے لکھا گیا کہ: ”راہِ سنت کا ۹ واں شمارہ (محرم/ صفر) ان شاء اللہ تعالیٰ ”کنز الایمان نمبر“ ہوگا۔ گل صفحات ان شاء اللہ ۳۰۰ ہوں گے، قیمت سوروپے ہوگی، ایجنت حضرات نوٹ فرماں (ادارہ)“

(دوماہی مجلہ راہِ سنت لاہور۔ شمارہ: ۶، صفحہ ۱۲)

(۷) مجلہ ”راہِ سنت“ لاہور، شمارہ نمبر ۷ میں بھی ایک بار پھر مولوی حماد دیوبندی کی طرف سے اعلان شائع ہوا کہ: ”کنز الایمان نمبر کا اعلان کیا گیا تھا، وہ محرم، صفر کا شمارہ ہوگا، قیمت ۱۰۰ اروپے، صفحات ۳۰۰ ہوں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ“

(دوماہی دیوبندی مجلہ ”راہِ سنت“، لاہور۔ شمارہ: ۷، صفحہ ۱۲)

قارئین! ملاحظہ فرمائیں کہ ڈشام باز دیوبندی ٹولہ کی جانب سے ”محلہ راہِ سنت، لاہور“ کے مسلسل تین شماروں میں بالترتیب اعلان کیا گیا کہ: ”محلہ راہِ سنت، لاہور“ کا ”کنز الایمان نمبر“ شائع کیا جا رہا ہے۔ یہ نمبر اس کا ۹ واں شمارہ بابت محرم/ صفر ہوگا، اس کے صفحات کی تعداد ۳۰۰ ہوگی اور اس کی قیمت سوروپے ہوگی۔“

لیکن کئی سال گذر جانے کے باوجود بھی ”محلہ راہِ سنت، لاہور“ کا ۹ واں شمارہ ”کنز الایمان نمبر“ شائع نہ ہو سکا۔ اور یہ مجلہ اپنا وعدہ وفا کیے بغیر ہی بند ہو گیا۔ ڈشام باز دیوبندی ٹولہ کے اصول کے مطابق یہ بھی دیوبندیوں کا بدترین جھوٹ قرار پایا۔ لعنةُ اللہ علی الکاذبین۔

مولوی فیاض طارق دیوبندی کا جھوٹ:

(۸) مولوی فیاض طارق دیوبندی نے دیوبندی مجلہ "راہِ سنت"، لاہور شمارہ ۲: ۲ میں لکھا: "اس سوال کا جواب کہ سبز پگڑی کی ابتداء کب سے اور کیسے ہوئی اور کیوں ہوئی، یہ سب کچھ اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ آپ کو ملے گا، لیکن اگلے شمارے میں۔"

(محلہ راہِ سنت، لاہور، شمارہ ۲: ۲، صفحہ ۳۲)

مولوی فیاض طارق دیوبندی کے اس اعلان کے بعد "محلہ راہِ سنت، لاہور" کے ۶ مزید شمارے شائع ہوئے، لیکن ان میں سبز پگڑی کے خلاف مذکورہ مضمون شائع نہیں کیا گیا۔ لہذا ڈشام باز دیوبندی ٹولے کے اصول کے مطابق مولوی فیاض طارق دیوبندی کا یہ اعلان بدترین جھوٹ قرار پایا۔ لعنةُ اللهِ عَلَى الْكَذَّابِينَ۔

رقم کے مصاہین کے جواب کے میں مولوی حماد دیوبندی کی شکست

اور بدترین جھوٹ:

(۱۰) مولوی حماد دیوبندی، مدیر مجلہ "راہِ سنت" نے لکھا کہ: "میثم صاحب کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ آنحضرت کے تمام اعتراضات بشمول ضیاء الرحمن فاروقی والے اعتراض کے، سب کا جواب اس تحریر میں دیا جائے گا ان شاء اللہ۔ صفحات کی کمی کی وجہ سے ہم اس کو قطع و ارشاع کرنے پر مجبور ہیں۔ (محمد حماد)"

(دو ماہی مجلہ راہِ سنت لاہور، شمارہ نمبر ۷، صفحہ ۳۲)

مولوی حماد دیوبندی کئی سال پہلے رقم کے اعتراضات (بشمول ضیاء الرحمن فاروقی والے اعتراض) کا جواب دینے کا اعلان تو کر گئے، لیکن تا حال جواب نہ دے سکے۔ لہذا ڈشام باز دیوبندی ٹولے کے اصول کے مطابق یہ ان کی شکست اور بدترین جھوٹ ثابت ہوا۔ لعنةُ اللهِ عَلَى الْكَذَّابِينَ۔

ڈشام باز دیوبندی ٹولے کی شکست اور بدترین جھوٹ:

(۱۱) مولوی حماد دیوبندی کی زیر ادارت شائع ہونے والے دیوبندی مجلہ "راہِ سنت"

میں لکھا گیا:

”میثم رضا خانی اور اس کی انگلی پکڑ کر چلنے والے دیگر رضا خانیوں کے اعتراضات کے جوابات بنام سیفِ حق منظر عام پر آگئے ہیں۔ آئندہ میثم اور اس کی جھوٹی پارٹی کے کسی اعتراض کا جواب ”راہِ سنت“ میں نہیں دیا جائے گا، بلکہ صرف ”سیفِ حق“ میں شائع ہوں گے۔“

(دو ماہی مجلہ راہِ سنت، لاہور۔ شمارہ: ۸، صفحہ ۲۵)

قارئین! آپ نے ملاحظہ کیا کہ دشام بازو دیوبندی ٹولے کی جانب سے ”راہِ سنت“ کے شمارہ نمبر ۸ میں باطل شکن مجلہ ”کلمہ حق“ کے نام نہاد جواب ”سیفِ حق“ کے شائع ہونے کا اعلان کیا گیا اور ساتھ یہ بھی لکھا گیا کہ آئندہ میثم (قادری) و دیگر کے اعتراضات کے جوابات صرف ”سیفِ حق“ میں شائع ہوں گے۔ لیکن کیا کہیے کہ مولوی حماد دیوبندی کی جانب سے رقم کے اعتراضات کے جواب میں ”سیفِ حق“ کا صرف ایک ہی شمارہ شائع ہو سکا۔ لہذا دشام بازو دیوبندیوں کے اصول کے مطابق یہ اعلان دیوبندیوں کا بدترین جھوٹ قرار پایا۔ لعنةُ الله عَلَى الْكُاذِبِينَ۔

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ دشام بازو دیوبندی ٹولے کے اصول کے مطابق رقم نے مجلہ راہِ سنت کی انتظامیہ مولوی حماد دیوبندی اور مولوی فیاض طارق دیوبندی کو کذاب اور شکست خورده ثابت کر دیا ہے، اگر یہ سچے ہوتے اور ان کے پاس ہمارے اعتراضات کا جواب ہوتا تو یہ ان کا جواب ضرور شائع کرتے۔ یہ سب گفتگو دیوبندی اصول کو مدنظر رکھ کر کی گئی ہے۔

دیوبندی مجلہ ”سیفِ حق“ میں مولوی حماد دیوبندی کی طرف سے دیوبندی مذہب میں معتبر حیثیت کی حامل کتاب ”مکالمة الصدرین“ کے معتبر ہونے سے انکار کے جواب میں رقم کا ۶۰ صفحات پر مشتمل رسالہ بنام ”کیا مکالمة الصدرین جعلی کتاب ہے؟“، مئی ۲۰۱۸ء میں ”جمعیت اشاعت اہل سنت، نور مسجد، کاغذی بازار، کراچی“ سے شائع ہو چکا

ہے۔ ڈشنا م باز دیوبندی ٹولہ راقم کے اس رسالہ سے بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ دیوبندی مجلہ "سیفِ حق" کے جواب پر مشتمل باطل شکن مجلہ "کلمہ حق" کا خصوصی شمارہ دیوبندیوں کے لیے کس قدر رُسوائی اور پریشانی کا باعث ہو گا۔ قارئین کے لیے یہ بھی عرض کروں کہ راقم نے مجلہ "کلمہ حق" میں یہ اعلان بھی کیا تھا کہ امام المذاہرین، شیرپیشہ اہل سنت آفت جان دیوبندیت و وہابیت، حضرت علامہ مولانا حافظ قاری محمد حشمت علی خان لکھنؤی رَحْمَةُ اللَّهِ تَعَالَیٰ عَلَيْهِ کے رسائل کا مجموعہ بھی جلد شائع کیا جائے گا، لیکن افسوس کہ تادم تحریر وہ مجموعہ بھی فائل کر کے شائع نہ کیا جاسکا۔ حالانکہ اس کی پہلی جلد کی تحریج و پروف ریڈنگ کا زیادہ تر کام ہو چکا ہے۔ ڈشنا م باز دیوبندی ٹولے نے اپنے حواریوں کو خوش کرنے کے لیے بار بار یہی تاثر دیا کہ "سیفِ حق" کا جواب شائع نہ کرنا جھوٹ، عاجزی اور شکست کی دلیل ہے۔ جس کا مسکت منہ توڑ جواب ان کو دے دیا گیا ہے۔ آخر میں کہنا چاہتا ہوں کہ "سیفِ حق" کا وندان شکن جواب بشرط زندگی و توفیق ضرور دیا جائے گا۔ إِنَّ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى - تَمَّت۔

☆.....☆.....☆

خلیفہ تاج الشریعہ و خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ بلگرام شریف

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد راحت خان قادری مدظلہ العالی

(بانی و ناظم دارالعلوم فیضان تاج الشریعہ بریلی شریف)

کے والدگرامی قضائے الہی سے انتقال فرمائے گئے ہیں، ادارہ حضرت مفتی صاحب کے غم میں برابر کا شریک ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی کامل مغفرت فرمائے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لوحا حقیقیں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

(ادارہ)

قطع اول

مولوی طارق جمیل دیوبندی کی طرف سے حضرت یوسف علیہ السلام کی گستاخی

میشم عباس قادری رضوی

مولوی طارق جمیل دیوبندی نے اپنی ایک تقریر میں حضرت یوسف علیہ السلام
کے بارے میں کہا:

”تہمت لگی، زیخ نے تہمت لگائی، اور پھر جب وہ عورتوں میں بھی بات پھیل گئی
کہ مجرم تو یوسف نہیں، مجرم تو زیخ ہے تو (عزیز مصر کی بیوی کی) تھوڑی بدناامی ہونے لگی
تو انہوں نے یوسف علیہ السلام کو گدھے پہ بھا کے، منہ کالا کر کے پورے شہر میں
چکر لگوایا اور پیچھے اعلان کروایا کہ: هذاجزاء من اراد بسیدہ سوء۔ جو اپنے آقا سے
برائی کرے اس کی یہ جزا ہے۔“

حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق مولوی طارق جمیل دیوبندی کے اس
بیان میں یہ بات کہ نَعُوذُ بِاللّٰهِ بِطُورِ سِرَا: ”حضرت یوسف علیہ السلام کا منہ
کالا کیا گیا،“ مولوی طارق جمیل دیوبندی کی من گھڑت اور حضرت یوسف علیہ السلام
کی گستاخی پر منی ہے۔ مولوی طارق جمیل دیوبندی کی طرف سے حضرت یوسف علیہ
السلام کی توہین پر کچھ دیوبندی علماء بھی خاموش نہ رہ سکے اور تقریر و تحریر میں مولوی
طارق جمیل دیوبندی کو توہین حضرت یوسف علیہ السلام کا مرتكب قرار دے دیا،
تفصیل ذیل میں پیش ہے۔

مولوی طارق جمیل دیوبندی نے حضرت یوسف علیہ السلام کی صریح گستاخی کی ہے: مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی

(۱) مشہور دیوبندی قلم کار مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی نے اپنے مقالہ میں دیوبندی فرقہ کے علماء کے دو ہرے معیار سے پرداہ ہٹایا، اور اس ضمن میں مولوی کی جازی دیوبندی کے دو ہرے معیار کا ذکر کرتے ہوئے مولوی طارق جمیل دیوبندی کی حضرت یوسف علیہ السلام کی گستاخی کو "صریح توہین آمیز کلمات" پر مشتمل قرار دیا، اقتباس ذیل میں ملاحظہ ہو:

"فی زمانہ ایک بڑا آلیہ یہ ہے کہ شخصیات کے قد کاٹھ کے مطابق رائے اور فتویٰ دیا جاتا ہے۔ ابھی چند ماہ قبل مولانا طارق جمیل صاحب نے حضرت یوسف علی علیہ السلام کی جناب میں صریح توہین آمیز کلمات کہے تھے، جب مولانا طارق جمیل صاحب کا نام ذکر کیے بغیر مولانا محمد کی صاحب سے اس ضمن میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: "یہ تو واضح توہین نبی ہے اور کہنے والے کو بار بار استغفار کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے حضور معافی مانگنے کے ساتھ ساتھ اسے ان کفریہ کلمات سے علانیہ توہہ کرنی چاہیے"۔ جب کہ اگلے ہی روز جب انہیں پتہ چلا کہ یہ الفاظ مولانا طارق جمیل صاحب نے کہے تھے، تو ان کا جلال فوراً جمال میں تبدیل ہو گیا، گز شتہ کل جو ہونٹ شدت صدمہ سے کپکپا رہے تھے اب ان پر اچاک لالی آگئی اور انہوں نے دوراً زکار تاویلات سے مولانا طارق جمیل صاحب کو بالکل نہتہا کر کے سرخ رو فرمادیا، ایک عام محلے کا امام مسجد اگر بعد از نماز جنازہ دعا کروادیتا ہے تو وہ مر تکب بدعت کہلاتا ہے اور اگر مولانا طارق جمیل بیگم کلشوم نواز کی نمازہ جنازہ کے بعد دعا کروادیں تو وہ ایک عالمی مبلغ کا "حکیمانہ فعل" بن جاتا ہے۔ اللہ جانے یہ معمار ان فطرت دن دیہاڑے تضادات کے پہاڑوں کے پہاڑیں کس طرح اپنے سر پہ اٹھا لیتے ہیں؟ اگر کوئی عام، سادہ لوح مبلغ دوران گفتگو معیار

شرافت سے گری بات انجانے میں بھی کہہ ڈالے تو اس کے پیچھے ڈھول باندھ دیئے جاتے ہیں، اور اگر کراچی کے ایک معروف عالم دین درس قرآن مجید دیتے ہوئے اور سامنے قرآن مجید رکھے ہوئے بھی حیاء سوز اور نہایت میلی کچیلی گفتگو کرتے ہوں تو کہا جاتا ہے کہ دراصل حضرت جی کی طبیعت میں غلبہ نظرافت ہے۔“

(محلہ صدر، لاہور۔ شمارہ ۱۰۸، ۱۰، صفحہ ۵۰)

نوٹ: مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی کے اس اقتباس کے آخر میں ”قرآن مجید سامنے رکھ کر حیاء سوز اور نہایت میلی کچیلی گفتگو“، کرنے والے جس معروف دیوبندی عالم کا نام نہیں بتایا گیا، اس کا نام ہم آپ کو بتائے دیتے ہیں، ان موصوف کا نام مولوی منظور مینگل دیوبندی (کراچی) ہے، جن کی ایک ویڈیو کافی مشہور ہوئی تھی جس میں موصوف نے قرآن پاک سامنے رکھ کر ”حیا سوز باتیں“ کی تھیں۔
اب مولوی طارق جیل دیوبندی کی گستاخی کی طرف آئیے۔

۱۔ منقولہ بالا اقتباس میں مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی نے مولوی طارق جیل کے حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق بیان کو ”صریح گستاخی“ پر منیٰ قرار دیا ہے، اور یہ بات دیوبندی فرقہ کو بھی تسلیم ہے کہ کسی بھی پیغمبر کی گستاخی کرنا کفر ہے۔ لہذا مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی کے قول کے مطابق مولوی طارق جیل دیوبندی، حضرت یوسف علیہ السلام کی صریح گستاخی کر کے کافر قرار پا گیا۔

۲۔ مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی نے دیوبندیوں کی اس روشن پر بھی تنقید کی کہ اگر ایک عام محلے کا امام مسجد اگر بعد از نمازِ جنازہ دعا کروادیتا ہے تو وہ مرتكب بدعت کہلاتا ہے اور اگر مولوی طارق جیل دیوبندی، بیگم کلثوم نواز کی نمازِ جنازہ کے بعد دعا کروادے تو دیوبندی تاویلات کر کے اس کو ”حکیمانہ فعل“، قرار دے دیتے ہیں۔

۳۔ اس اقتباس میں مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی نے مولوی کی ججازی دیوبندی کی دوڑخی اور جانبداری پر بھی تنقید کی ہے کہ جب نام لیے بغیر مولوی طارق جیل کے بیان

کے متعلق ان سے حکم شرعی طلب کیا گیا تو انہوں نے اس کو توہین نبی قرار دیا اور توہبہ کا حکم دیا۔ لیکن جب موصوف مکی حجازی دیوبندی کو یہ معلوم ہوا کہ یہ بیان، جس پر انہوں نے کفر کا فتویٰ دیا ہے، مولوی طارق جمیل دیوبندی کا ہے، تو انہوں نے دوراز کارتاؤ بیلات سے مولوی طارق جمیل دیوبندی کو بے گناہ قرار دے دیا۔

(۲) مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی نے اپنے ایک اور مقالہ میں مولوی طارق جمیل دیوبندی کی جانب سے حضرت یوسف علیہ السلام کی گستاخی اور مولوی مکی حجازی دیوبندی کی درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:

”مولانا طارق جمیل صاحب اور مولانا مکی حجازی صاحب کا تسائل: آج سے تقریباً اس بارہ سال قبل حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ نے آزاد مبلغ مولانا طارق جمیل صاحب پر کچھ تبصرہ فرمایا تھا، جس میں بہت سے مسائل میں آزاد مبلغ کا طریقہ واردات بیان فرمایا تھا، جس کے عینی گواہ موجود ہیں۔ وقت نے ثابت کر دیا ہے کہ حضرت کا تبصرہ مبنی پر حقیقت تھا۔ حال ہی میں مولانا طارق جمیل صاحب نے ایک بیان میں حضرت یوسف علیہ السلام سے متعلق ایسی بات کہی جو توہین کے زمرے میں آتی ہے۔ اس پر بہت سے علماء نے تنقید فرمائی۔ ایک سوال کے ذریعہ بغیر نام لیے مولانا طارق جمیل صاحب کی بات مولانا مکی حجازی صاحب کے سامنے رکھی گئی، تو مکی صاحب نے دل کھول کر اس کو کفر قرار دیا۔ لیکن جب مکی صاحب کو پتہ چلا کہ اس کے قائل مولانا طارق جمیل صاحب ہیں، تو پھر مکی صاحب نے تسائل اختیار کر لیا،“

(محلہ صدر، لاہور۔ شمارہ ۱۱۲، ۱۱۱، صفحہ ۲۲)

اس اقتباس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ مولوی سرفراز گھڑوی دیوبندی نے بھی مولوی طارق جمیل دیوبندی کا رد کیا تھا۔

مولوی طارق جمیل دیوبندی نے حضرت یوسف علیہ السلام کی گستاخی پر توبہ نہیں کی، لیکن میدیا کے خلاف بیان دے کر میدیا کے لوگوں سے معافی مانگ لی، جو کہ مقام عبرت ہے:

حجزہ احسانی دیوبندی (مدیر محلہ صدر، لاہور)

(۳) مولوی سرفراز گھڑوی دیوبندی کے پوتے اور محلہ صدر لاہور کے مدیر حجزہ احسانی دیوبندی نے مولوی طارق جمیل دیوبندی کی حضرت یوسف علیہ السلام کی گستاخی پر ان الفاظ میں تبصرہ کیا ہے:

”مولانا طارق جمیل کی میدیا سے معافی، مقام عبرت: مورخہ ۱۲۳ اپریل ۲۰۲۰ء“
 بروز جمعرات کو وزیر اعظم پاکستان کی جانب سے قائم کردہ ”کورونا ریلف فاؤنڈیشن“ میں عطیات جمع کرنے کے لیے ایک پروگرام منعقد ہوا، جس میں مولانا طارق جمیل نے بھی شرکت کی، دورانِ گفتگو انہوں نے کہا کہ: ”صرف پاکستان کی بات نہیں، پوری دُنیا کا میدیا جھوٹا ہے، سب سے زیادہ جھوٹ بولا جاتا ہے“ اور یہ بھی کہا کہ: ”ایک ٹینی وی چینل کے مالک نے انہیں کہا تھا کہ: ”اگر چینل سے جھوٹ ختم ہو جائے تو چینل ہی ختم ہو جائے گا“۔ مولانا طارق جمیل صاحب کامیڈیا کے حوالے سے یہ دعویٰ بالکل مبنی برحقیقت ہے، خصوصاً یعنی اقدار اور اہل دین کے حوالے سے میدیا کی اکثریت جھوٹ، یک رُخاپن، دھوکہ اور حقائق سے چشم پوشی ایک مسلمہ حقیقت ہے، لیکن افسوس کہ مولانا طارق جمیل میدیا جیسے عفریت کے طرزِ تشنج اور تیز و تند تنقید کے سامنے اپنے اس سچ پر قائم نہ رہ سکے اور ڈھیر ہو گئے۔ چنانچہ ایک ایک صحافی کو فون کر کے معافی مانگی، مولانا کی جو ریکارڈنگ ہم تک پہنچی، درج ذیل ہے:

”دُنیا میں کوئی ایسا انسان نہیں جو خط سے پاک ہو، بڑے سے سے بڑا علامہ ہو، زاہد ہو، شیخ ہو۔ نبی کے سوا ہر آدمی کی زبان لڑکھڑاتی ہے اور یہ انسانی فطرت ہے اور اس

کا اعتراف نہ کرنا شیطانیت ہے، میں اتنا بولتا ہوں، اتنا بولتا ہوں۔ میں اپنے ان کلمات کو جسٹی فائی نہیں کر رہا، بلکہ معدرت کر رہا ہوں۔ حامد میر صاحب سے بھی میں معافی چاہتا ہوں، آپ سے بھی اور دوسرے بیٹھے ہیں ان سے بھی، مولانا طاہر اشرفی صاحب بیٹھے ہیں، آپ سب سے، جو بھی میڈیا سے متعلق ہیں، میں آپ سب سے معافی چاہتا ہوں، میری کوئی دلیل نہیں، مجھ سے غلطی ہو گئی، (مذکوری وی چینل کے مالک کے حوالے سے کہا کہ) یہ معاملہ پرنسل ہے، ایک آدمی کی غلطی اور غلط بول ہے، اس کو میڈیا پر کہنا غیبیت ہے، میں یہ نہیں بتاؤں گا، لیکن میں یہ حلفاً کہتا ہوں کہ: ٹاپ ٹین میں سے ایک نے کہا۔ آپ نام کی معدرت قبول کریں اور جو مجھ سے غلطی ہوئی، میں اس کا اعتراف کرتا ہوں، (میزبان کے سوال پر مزید کہا کہ:) بھائی مالک! میں تو پہلے ہی اعتراف کر چکا ہوں، اب آپ اس کو کیوں دوہرار ہے ہیں؟ اُس وقت سے میں نے ان کا نمبر ڈھونڈنا شروع کیا، میں نے کوئی ان کو دس کال کی، لیکن یہ مصروف تھے۔ میں نے کامران شاہد کو بھی ڈائریکٹ فون کر کے معدرت کی ہے، معافی مانگی ہے، جاوید چودھری کوکل، ہی میں نے معدرت کر دی تھی، اور بھائی حامد صاحب، شکر ہے بیٹھے ہوئے ہیں، ان سے بھی اور آپ سے بھی، جتنے بھی ہیں۔ میں اعتراف کرتا ہوں، اعتراف کے بعد مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ میرا سر نذر ہے، میں اپنی اس چیز کی کوئی دلیل نہیں پیش کر رہا۔ بھائی مالک! آپ کیوں بات لمبی کر رہے ہیں، جب میں نے سر نذر کر لیا، اعتراف کر لیا (میزبان کے مطالبے کہ: ”آپ آئندہ ہمارے ساتھ کھڑے ہوں“ کے جواب میں:) میں کھڑا ہوں، آپ کے ساتھ کھڑا ہوں۔ مالک بھائی! میں بندہ ناجیز ہوں، خطا کا پتلا ہوں، مجھ سے خطا ہوئی، میں بالکل اعتراف کرتا ہوں۔

مقامِ عبرت یہ ہے کہ کچھ ہی عرصہ قبل انبی مولانا طارق جمیل صاحب نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں ایسے کلمات کہہ دیے جو کسی بھی طرح ایک نبی کے

شایان شان نہیں، بلکہ بہر صورت بے ادبی و گستاخی کے زمرے میں ہی آتے ہیں۔ ان کلمات کا خلاصہ دو جملے ہیں:- ۱: سزا کے طور پر گدھے پر بٹھا کر بازار میں چکر لگوایا۔ ۲: چہرہ مبارک سیاہ کیا گیا۔ (نَعْوُذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ)

مولانا کے اس بیان پر تقدیم ہوئی اور ان سے معافی کا مطالبہ کیا گیا۔ لیکن چونکہ یہ مطالبہ میڈیا جیسے مافیا کی جانب سے نہیں تھا، بلکہ علماء اور دین دار طبقہ کی جانب سے تھا، جن کی مولانا طارق جمیل کے ہاں کوئی اہمیت و وقت نہیں ہے۔ اس لیے مولانا اپنی غلط بات بلکہ (جھوٹ پر) ڈٹ گئے اور ایک عظیم الشان پیغمبر کے احترام میں معدوم، معافی، سرنذر کے بجائے اپنی ناک اونچی کرنے کی کوشش میں جت گئے۔ بڑی تگ وہ وہ اور کوشش کے بعد مولانا کو ”تفسیر قرطبی“ سے ایک موضوع اور من گھڑت روایت دستیاب ہو گئی جس میں ایک جملہ کا تذکرہ تھا، دوسرے جملے کی بات اُس میں بھی نہیں تھی۔ مولانا طارق جمیل صاحب نے ایک پیغمبر کی ناموس کا لحاظ کرتے ہوئے کھلے دل سے معافی مانگنے کے بجائے ایک جملہ کہہ کر دامن جھاڑ لیا کہ ”مجھ سے سہو ہو گیا۔“ اور ”سہو“ کا اقرار بھی کسی مجمع عام میں نہیں بلکہ کسی ایک آدمی کے سامنے فون پر کیا۔ کس قدر مقام عترت ہے کہ: ساری دُنیا کو اخلاق، عاجزی، جھک جانے، غلطی کا اعتراف کرنے اور زیادتی ہو جانے پر معافی مانگنے کا درس دینے والا مبلغ خود اس قدر اخلاقی پستی کا شکار ہے کہ: میڈیا کے حوالے سے بولے گئے ”سچ“ پر تو ایک ایک کوفون کر کے معافیاں مانگ رہا ہے اور سرنذر، سرنذر کی تسبیح پڑھ رہا ہے، اور ایک پیغمبر کے حوالے سے بولے گئے جھوٹ کا سر عام اقرار کرنے اور معافی مانگنے کے لیے بھی تیار نہیں۔“

(محلہ صدر، لاہور۔ شمارہ ۱۱۱، صفحہ ۸)

نوٹ: اس اقتباس میں تو سین میں درج تمام الفاظ اصل تحریر میں موجود ہیں۔

حریہ احسانی دیوبندی کے مولوی طارق جمیل دیوبندی پر کیے گئے تبصرہ میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ مولوی طارق جمیل دیوبندی نے جلیل القدر پیغمبر حضرت یوسف علیہ

السلام کی شان کے خلاف گستاخانہ اور جھوٹے بیان پر معافی نہیں مانگی، لیکن دجالی میڈیا کے متعلق ایک سچی بات کہہ کر میڈیا کے دباؤ اور خوف کی وجہ سے صحافیوں کو فون کر کر کے ان سے معافی مانگی۔ جو کہ مقامِ عبرت ہے۔

مولوی طارق جمیل دیوبندی کی جانب سے حضرت یوسف علیہ السلام کی گستاخی کا مولوی اقبال رنگوںی دیوبندی کی طرف سے رو:

ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی کے معتمد ساتھی مولوی اقبال رنگوںی دیوبندی نے مولوی طارق جمیل دیوبندی کی جانب سے حضرت یوسف علیہ السلام کی گستاخی کی نذمت میں ایک مقالہ لکھا، جو درج ذیل ہے:

”انبیاء کرام کے متعلق گفتگو میں احتیاط کیجیے۔ قرآنی واقعات کو ڈراماتی انداز میں بیان کرنے سے اجتناب کریں۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد:

الله تعالیٰ کی تمام مخلوقات میں سب سے افضل و برتر اور سب سے اشرف و اکرم حضرات انبیاء کرام علیہم السلام ہیں۔ انبیاء کرام خدا اور بندوں کے درمیان واسطہ اور ذریعہ ہدایت ہیں۔ ان پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ ان کی اطاعت کرنا، ان کی عزت کرنا اور ان کا ہر حال میں اکرام و احترام کرنا بھی ضروری ہے اور ان کے بارے میں ایسا لفظ بولنا یا ایسا عمل اپنانا جس سے ان کے ادب و احترام میں کمی ہو، جائز نہیں اور بے حرمتی اور گستاخی کرنے والا شخص اگر مسلمان ہے تو وہ اسی وقت دائرۃ الاسلام سے باہر نکل جاتا ہے۔ سو ضروری ہے کہ واعظین اور مبلغین انبیاء کے بارے میں قولًا و عملًا ایسا انداز اختیار نہ کریں جس سے ان کی شان اور مقام میں ذرا بھی بے ادبی کا پہلو نکلتا ہو۔

اسلام کی صورت میں اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ خدا کے کسی پیغمبر کے بارے میں کوئی بے ادبی سے لب کشائی کرے اور ان کی عزت سے کھلواڑ کرے۔

گزشته دنوں رقم المعرف کو بروطانیہ کے ایک اردو چینل پر پاکستان کے ایک مشہور اور آزاد مبلغ کا خطاب سننے کا اتفاق ہوا۔ موصوف اللہ کے جلیل القدر پیغمبر حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ بیان کر رہے تھے، دورانِ خطاب انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق ایک ایسی بات کہہ دی جسے سن کر یہ یقین نہیں ہوتا کہ ایک مسلمان اللہ کے ایک پیغمبر کے بارے میں یہ بات کیسے کہہ رہا ہے؟ اور اسے یہ بات کہتے ہوئے ایک لمحہ بھی خوفِ خدا کیوں نہ آیا؟

مبلغ موصوف کے الفاظ اسی کی زبانی ملاحظہ کیجیے، یاد رہے کہ یہ تقریر ۱۲ نومبر ۲۰۱۴ء کی ہے، جو الحسنین لی وی پر نشر ہوئی تھی۔ بعد ازاں بروطانیہ کے ایک ایشیائی چینل نے اسے نشر کیا ہے، مبلغ موصوف کہتا ہے:

”یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے ظلم کی وجہ سے چالیس سال ان کو در بدر ہونا پڑا۔ گھر سے جدار ہے، پھر تہمت لگی، زیخانے تہمت لگائی، پھر وہ جب عورتوں میں بھی بات پھیل گئی کہ مجرم تو یوسف نہیں، مجرم تو زیخا ہے تو (عزیز مصر کی بیوی کی) تھوڑی بدنامی ہونے لگی، تو انہوں نے یوسف علیہ السلام کو گدھے پہ بھا کے، منہ کا لا کر کے پورے شہر میں چکر لگوایا اور پیچھے اعلان کروایا کہ: هذا جزاء من أراد بسیدہ سوء۔ جو اپنے آقا سے رُدّی کرے اس کی یہ جزاء ہے۔“

پیش نظر رہے کہ موصوف کی یہ بات بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ قرآنِ کریم صرف اتنا بتاتا ہے کہ امراۃ العزیز نے کہا کہ اگر یوسف نے میری بات نہ مانی تو اسے قید میں ڈال دیا جائے گا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی بات نہ مانی اور نہ آپ مان سکتے تھے، چنانچہ آپ کو قید میں ڈال دیا گیا۔ اور بس۔ قرآنِ کریم کی کسی آیت سے بھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ان لوگوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ وہ معاملہ کیا جس کا ذکر مبلغ موصوف نے ڈرامائی انداز میں کیا ہے، جب قرآنِ کریم نے

کوئی ایسی بات نہیں کہی اور حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے بھی کہیں اس کا ذکر نہیں کیا، تو آپ ہی بتائیں کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَامُ کی یقینوں کی کیا آپ کی عزت سے کھلوڑ کرنا نہیں ہے؟

ایک شبہ کا اور اس کا ازالہ:

کوئی شخص اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ یہ بات صرف موصوف مبلغ نے نہیں کی، یہ بات تو تفسیروں میں بھی ملتی ہے۔

جو اباؤ گذارش ہے کہ قرآن کی جن چند تفسیروں میں یہ بات منقول ہے وہ سب کی سب بلا سند منقول ہیں۔ علامہ ابن أبي زَمْیْنَ (۳۹۹ھ) نے اسے کلبی سے نقل کیا اور محمد بن سائب کلبی کا حال اہل علم پر مخفی نہیں ہے۔ اور پھر اس میں بھی وہ بات نہیں ہے جو مولانا طارق جمیل صاحب نے اللہ کے ایک نبی کے بارے کھلے عام کہی ہے۔

(۱) علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں جناب وَهَبٌ سے یہ بات نقل کی ہے، مگر افسوس کہ وہ بھی اس طرح نہیں، جس طرح مبلغ موصوف نے بتائی ہے۔

قال وَهَبٌ وَغَيْرُهِ حَمَلَ يُوسُفَ إِلَى السَّجْنِ مَقِيدًا حَمَارًا وَطِيفٍ بِهِ

(ج ۹، ص ۱۲۲)

”وَهَبٌ اور کسی اور نے بھی کہا ہے کہ حضرت یوسف کو قید کر کے جیل میں لا یا گیا اور اسے شہر میں گھما یا گیا۔“

علامہ قرطبی نے جو قول نقل کیا ہے اس پر بھی کچھ سوالات اُبھرتے ہیں جن کی تحقیق ضروری ہے۔

(۱) جناب وَهَبٌ گون ہیں؟ اس کا پتہ نہیں چلتا۔ اگر مراد وَهَبٌ بن مَنْبَهٌ (۱۱۲ھ) ہیں تو ان (کے) اور علامہ قرطبی کے درمیان پانچ سوال سے زائد کافا صلہ ہے، اتنے طویل فاصلے پر کہی گئی بات کیسے صحیح تسلیم کر لی جائے۔

(۲) جناب وہبؐ نے یہ بھی نہیں بتایا کہ انہوں نے یہ بات کس سے سُنی ہے اور نہ علامہ قرطبی نے اس کی کوئی سند بیان کی ہے اور نہ ابن عطیہ نے یہ بات سند اکھی ہے اور تفسیر ابن عباس میں بھی اس بات کا کہیں ذکر نہیں ملا۔

(۳) علامہ قرطبیؓ نے جناب وہبؐ کے ساتھ وغیرہ بھی لکھا ہے۔ یہ وغیرہ کون ہیں ان کا بھی پتہ نہیں چلتا اور نہ کہیں انہوں نے تفسیر میں جناب وہبؐ کے علاوہ کسی دوسرے نام کا ذکر کیا ہے۔

جناب وہبؐ کا قول اگر کہیں سند اُل بھی جائے اور اسے دُرست بھی مان لیا جائے تو بھی ان کے قول اور مبلغ موصوف کے بیان میں بنیادی فرق ہے۔ مبلغ موصوف کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا منہ کالا کر کے (معاذ اللہ) لے گئے (اسلام اللہ کے کسی پیغمبر پر ایسی آلودگی نہیں آنے دیتا جو ظاہرًا اس قدر قابل نفرت ہو) مگر اس قول میں اس کا کہیں اتنا پتہ نہیں، اللہ کے نبی کے بارے اس قسم کی بے بنیاد اور جھوٹ پرمنی باقیں کس طرح کہی جا سکتی ہیں؟ اور پھر مسلمانوں کے مجمع عام میں خدا کے نبی کی اس طرح کی خوفناک تصویر کشی کیا جرم نہیں اور کیا خدا نخواستہ کہیں اس پیغمبر کی بے ادبی تو نہیں؟

(۴) جناب وہبؐ یا کسی اور کا قول اگر کسی درجہ میں دُرست بھی مان لیا جائے تو اس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ جب ایک خاص مصلحت کے تحت یہ فیصلہ کر لیا گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو قید میں رکھنا ہے تو آپ کو اس زمانہ کی سواری پر بٹھا کر شہر سے باہر لے جایا گیا اور قید میں ڈال دیا گیا۔ اس کی یہ تصویر کشی کرنا کہ جس طرح کسی مجرم کو بے عزت اور رُسو اکرنے کے لیے برسر عام گلی گلی پھرایا جاتا ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کو اسی طرح پھرایا گیا، دُرست نہیں معلوم ہوتا، چاہے اس کا کہنے والا کوئی ہو۔ ہم یہ بات اس وقت تسلیم کرتے جب قرآن نے کہا ہو کہ عزیز مصربھی حضرت یوسف کو

مجرم سمجھتا تھا، جب قرآن نے یہ بات واضح کر دی کہ عزیز مصر نے حضرت یوسف کی بجائے اپنی ہی بیوی کو مجرم جانا اور انکی گفتی مِنَ الْخُطَيْثِينَ کہہ کر حضرت یوسف کی پاکدا منی کا اعتراف کر لیا۔ تو پھر ہم یہ بات کیسے مان لیں کہ اس نے حضرت یوسف کو بے عزت کرنے کے لیے یہ سارا ذرا مہر رچایا تھا۔ حضرت مولانا حفظ الرحمن سیو ہاری لکھتے ہیں:

”جب پیرا ہمین یوسف کو پیچھے سے چاک دیکھا تو عزیز مصر نے اصل حالت کو بھانپ لیا، مگر اپنی عزت و ناموس کی خاطر معاملہ کو ختم کرتے ہوئے کہا: یوسف سچے تم ہی ہو اور اس عورت کے معاملہ سے درگزر کرو اور اس کو یہیں ختم کر دو اور پھر بیوی سے کہا: یہ سب تیرا مکرو فریب ہے اور تم عورتوں کا مکرو فریب بہت ہی بڑا ہوتا ہے، بلاشبہ تو ہی خطکار ہے، لہذا اپنی اس حرکت بد کے لیے استغفار اور معافی مانگ۔“

(قصص القرآن، ج ۱، ص ۲۹۲)

آپ آگے چل کر لکھتے ہیں:

”بہر حال عزیز پر چونکہ حضرت یوسف کی صداقت ظاہر ہو چکی تھی اس لیے اس نے نہ چاہا کہ یوسف کو کسی قسم کی گزند پہنچائے، عزیز نے حضرت یوسف کی صداقت کی تمام نشانیاں دیکھنے اور سمجھ لینے کے باوجود اپنی بیوی کی فضیحت و رسوائی ہوتی دیکھ کر یہ طے ہی کر لیا کہ یوسف کو ایک مدت کے لیے زندان میں بند کر دیا جائے تاکہ یہ معاملہ لوگوں کے دلوں سے محروم ہو جائے اور یہ چرچے بند ہو جائیں، اس طرح حضرت یوسف کو زندان جانا پڑا۔“ (ایضاً، ص ۲۹۸)

سوجن حضرات نے اس قسم کے اقوال نقل کیے ہیں وہ سب کے سب بلا سند ہیں، اس لیے ان کی بات کسی صورت لاائق تسلیم نہیں ہے، حضرت عبد اللہ بن مبارک (۱۸۱ھ) بہت پہلے کہہ گئے ہیں:

الاسناد من الدين ولو لا الاسناد لقال من شاء ماشاء (صحیح مسلم، ج ۱، ص ۱۵)

حاصل یہ کہ اللہ کے کسی نبی کے بارے میں جب کبھی کوئی بات کہی جائے تو اس میں بہت زیادہ ادب و احترام اور احتیاط کی ضرورت ہے، سابقہ پیغمبروں کے بارے میں وہی بات لائق اعتبار ہوگی جو قرآن مجید بتائے یا خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے وہ بات پوری صحبت و صراحت سے منقول ہو اور پھر ان واقعات کو اسی طرح بیان کرنے کی اجازت ہے جس طرح وہ منقول ہوں، اس میں خواہ مخواہ اپنی طرف سے پنج لگانا اور جاہل عوام کے جذبات اور ایمان سے کھیلنا جائز نہیں ہے۔ لیکن نہایت افسوس کی بات ہے کہ مبلغ موصوف نے نہ صرف کہ بات کا تبلگ کر دیا بلکہ اس میں اپنی طرف سے نہایت ہی فتح الفاطم کا اضافہ کیا اور حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَامَ کی تصویر جس روپ میں پیش کی ہے اس کا تصور ہی لرزائ کر کر کھدیتا ہے۔ قرآن کریم کے مشہور مفسر علامہ سید محمود آلوی (۱۲۷۰ھ) نے ”تفسیر روح المعانی“ میں حضرت علامہ فانی کا ایک بڑا اہم ارشاد اُنقل کیا ہے کہ انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَامَ چونکہ بشر ہیں اس لیے ان پر بشری احوال کا پیش آنا تو ممکن ہے، مگر ان کے ساتھ ایسا کوئی معاملہ پیش نہیں آ سکتا جو دوسروں کے لیے کراہت اور نفرت کا باعث ہو، جیسے وہ جسمانی طور پر معذور ہوں، بد صورت ہوں، لوگوں کو ان کے پاس بیٹھنے سے کراہت ہوتی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے بلا شک و شبہ انبیاء کرام کو ان تمام عیوب و نقصاں سے پاک صاف رکھا ہوا ہے۔

یجوز علی الانبیاء علیہم السلام کل عرض بشری لیس
محرم اولاد مکروه اولاد مبارکہ مزدیساً ولا ممارات عافية الأنفس
ولا ممایؤدی إلى النفرة (روح المعانی، ج ۱۲، ص ۱۹۹، ش)

اب جبکہ یہ بات واضح ہے کہ مبلغ موصوف نے جو بات کہی ہے وہ غلط اور بے بنیاد ہے تو مبلغ موصوف پر لازم ہے کہ وہ اللہ کے حضور توہہ کریں اور اس غلط بیانی پر مسلمانوں کے مجمع میں معافی مانگیں، غلط بات کی تشهیر اللہ کو پسند نہیں ہے، اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ الَّذِينَ يُحْبُّونَ أَن تَشْيِعَ الْفَاجِحَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ
فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (پ: ۱۸، النور: ۱۹)

(ترجمہ) ”جو لوگ چاہتے ہیں کہ چرچا ہو بد کاری کا ایمان والوں میں، ان کے لیے عذاب ہے در دن اک دُنیا اور آخرت میں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“
ہمیں مبلغ موصوف سے ایسی بے تکمیلی باتیں کہنے پر اتنا تعجب نہیں۔ ڈرامائی
انداز میں تقریریں کرنے والے ایسی باتیں کہہ ہی گذرتے ہیں، لیکن اس بات پر زیادہ
افسوں ہے کہ وہ ایسی باتیں تبلیغی جماعت کی چھتری میں آکر کرتے ہیں، پھر اور افسوس
ان علماء کرام پر ہوتا ہے جو یہ بات (اور اس قسم کی دیگر بے بنیاد باتیں) سنتے ہیں اور اس
پر ایک کلمہ نکیز بھی ان کی زبان سے نہیں نکلتا۔ کیا علماء کرام حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ
وَسَلَّمَ کی اس حدیث پاک سے بے خبر ہیں:

من رأى منكم منكر فليغيره بيده فان لم يستطع فليس عليه فان لم
يستطع فقلبه وذلك أضعف الايمان (صحیح مسلم، ج ۱، ص ۶۹)

جب کسی منکر بات اور کام پر بشرطِ استطاعت ہاتھ سے روکنے سے حکم ہے تو اللہ
کے ایک نبی کے بارے میں کہیں ایسی بات کہی جائے تو اسے سننے کے باوجود خاموش
رہنے کے بجائے ان کو توجہ دلانا اہل علم کی ذمہ داری ہے اور مبلغین کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی
بات پر ضد کے بجائے علماء کی ان باتوں کو قبول کریں اور اپنی غلطیوں کو تسلیم کریں۔

فقط۔ محمد اقبال رنگوئی عفوا اللہ عنہ

(زبدۃ الفوائد حفیظ العقائد یعنی بنیادی غلطیاں، صفحہ ۲۰ تا ۲۱، مطبوعہ ادارہ اشاعت
الاسلام، نمبر ۲۶، بلیک برنسٹریٹ، مانچسٹر ۲۶; Isha,at.ul.Islam, NO: 26)

(Blackburn Street, Manchester

نوٹ: اس اقتباس میں قوسین میں درج تمام الفاظ اصل تحریر میں موجود ہیں۔

- قارئین نے ملاحظہ فرمایا کہ اپنے اس مقالہ میں مولوی اقبال رنگوں دیوبندی نے:
- ۱۔ مولوی طارق جمیل دیوبندی کے بیان کو حضرت یوسف علیہ السلام کی گستاخی اور آپ کی عزت کے ساتھ کھلواڑ قرار دیا ہے۔
 - ۲۔ مولوی طارق جمیل دیوبندی کے وکلاء صفائی کے اس جواب، کہ: ”یہ واقعہ تقاسیر سے منقول ہے“ کا رد کیا ہے۔ مولوی طارق جمیل دیوبندی کے یہ الفاظ: ”حضرت یوسف علیہ السلام کا منہ کالا کیا گیا“ (نحو ذبالله) کسی بھی تقسیر میں منقول نہیں۔
 - ۳۔ دیوبندی علام، حضرت یوسف علیہ السلام کی اس گستاخی پر مجموعی طور پر خاموش ہیں۔ اپنا فرض ادا نہیں کر رہے۔
 - ۴۔ مولوی طارق جمیل دیوبندی کو چاہیے کہ اپنے اس بیان پر سر عام تو بہ کرے۔
 - ۵۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق تقاسیر سے جو واقعہ مولوی طارق جمیل دیوبندی نے بیان کیا ہے اس کی توثیق ثابت نہیں ہو سکی۔
- مولوی طارق جمیل دیوبندی کے وکیل صفائی ساجد خان دیوبندی کی دو زبانیں:**
- ☆ مولوی طارق جمیل دیوبندی کے حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق گستاخانہ بیان کے دفاع میں ساجد خان دیوبندی نے ایک تحریر بعنوان ”مولانا طارق جمیل صاحب زیدہ مجددہ اور واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام“ لکھ کر ۲۰۱۹ جولائی کو اپنے فیس بک اکاؤنٹ ”ساجد نقشبندی“ سے شیر کی تھی، اس دفاعی تحریر میں ایک مقام پر لکھا ہے کہ:
- ”اگر حضرت مولانا طارق جمیل صاحب، کتب تقاسیر میں منقول حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کو نقل کر دیں تو محض ناقل ہونے کی وجہ سے ان پر گستاخی کا الزام کیوں؟“
- حالانکہ اسی ساجد خان دیوبندی نے اپنی ایک کتاب میں سیدی اعلیٰ حضرت

رَحْمَةُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ كے والدِ گرامی امام المتكلمين حضرت علامہ مولانا نقی علی خان رَحْمَةُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ کو اس وجہ سے گستاخ قرار دیا ہے کہ آپ نے اپنی کتاب ”جوہر البیان“ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق اللہ کریم کا ایک فرمان حضرت امام غزالی رَحْمَةُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ کی کتاب (”احیاء العلوم“) سے نقل فرمایا ہے۔ ساجد خان دیوبندی نے اپنی کتاب میں ”عقائد بریلویہ کا مختصر جائزہ“ کا عنوان قائم کر کے لکھا ہے:

”اس عنوان کے تحت رضا خانیوں کے چند گستاخانہ عقائد کا خلاصہ ان کی مستند کتب سے پیش کیا جا رہا ہے۔“

(مسلکِ اعلیٰ حضرت، صفحہ ۳۳، ناشر: جمیعۃ اہل السنۃ والجماعۃ، پاکستان۔ طبع اول جولائی ۲۰۱۷ء)

ذکورہ بالاعنوان کے تحت ۱۸ انجمن عقیدہ کے تحت ساجد خان دیوبندی نے لکھا ہے:

”احمد رضا خان کے والد نے موسیٰ علیہ السلام کو ذلیل کہا۔ (جوہر البیان، ص ۳۷)“

(مسلکِ اعلیٰ حضرت، صفحہ ۳۶، ناشر: جمیعۃ اہل السنۃ والجماعۃ، پاکستان۔ طبع اول جولائی ۲۰۱۷ء)

☆ ساجد خان دیوبندی نے اپنی ایک اور کتاب میں بھی ”جوہر البیان“ کا یہ اقتباس نقل کیا ہے، ملاحظہ ہو

(وقایع اہل السنۃ والجماعۃ، جلد ا، صفحہ ۵۵۶، مطبوعہ مکتبہ ختم نبوة، پشاور۔ طبع اول)

اگر ساجد خان دیوبندی میں انصاف ہوتا تو امام المتكلمين حضرت علامہ مولانا نقی علی خان رَحْمَةُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنا یہ اصول یاد کرتا کہ:

”محض ناقل ہونے کی وجہ سے ان پر گستاخی کا الزام کیوں؟“

اس وضاحت سے قارئین کو اس بات کا بخوبی علم ہو گیا کہ مولوی طارق جمیل دیوبندی کا وکیل صفائی ساجد خان دیوبندی دوزبانیں رکھنے والا مقضاد شخص ہے۔

☆ حضرت یوسف علیہ السلام کی گستاخی پر مولوی طارق جمیل دیوبندی کے دفاع

میں (لکھی تحریر) ”مولانا طارق جمیل صاحب زید مجدد اور واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام میں) وکیل صفائی ساجد خان دیوبندی نے اس حد تک لکھ دیا کہ: ”منہ کالا کرنا جو تو ہین کے لیے ہوتا ہے، اس کو اگر مفہوم آروایت بالمعنی کے طور پر مولانا نے بیان کر دیا تو تو ہین کیسے؟“

آستغفِرُ اللہ العظیم، یہ ذیل شخص طارق جمیل دیوبندی کے دفاع میں ایک جلیل القدر پیغمبر حضرت یوسف علیہ السلام کی شان میں کہے گئے من گھڑت اور گستاخانہ الفاظ (کہ ”آپ کامنھ کالا کیا گیا“) (نعت بالله) کو روایت بالمعنی کے طور پر دُرست قرار دے کر اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مستحق بن گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کے گستاخوں کا دُنیا و آخرت میں منھ مزید کالا کرے۔

(جاری ہے)



چند نایاب حوالہ جاتی کتب

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کی دواہم حوالہ جاتی اور نایاب کتب

”کرامات امدادیہ“ اور ”اصدق الرویا“

اور دیگر چند حوالہ جاتی کتب محدود تعداد میں دستیاب ہیں۔ کتابوں کے حصول

کے لیے اس نمبر پر رابطہ کریں: رابطہ نمبر 0302-6623633

مولانا ضیاء اللہ قادری صاحب کی تمام کتابیں حاصل کرنے کے لیے اس نمبر

پر رابطہ کریں: رابطہ نمبر 0336-8678692

مولوی ابوالیوب دیوبندی اور ساجد خان دیوبندی کی جہالت کا ثبوت

میشم عباس قادری رضوی

میلا دا النبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی وَسَلَّمَ کے عنوان پر مولوی ابوالیوب دیوبندی اور مولانا عظیم اشرفی صاحب کے درمیان کوہاٹ میں مناظرہ ہوا۔ اس مناظرہ میں مولوی ابوالیوب دیوبندی نے ”سنۃ“ پر ”مستحب“ کے اطلاق پر اعتراض کرتے ہوئے کہا: ”دعویٰ لکھا تھا کہ ”مستحب“ تھا اور اب کہا کہ ”سنۃ“ ہے۔ آپ ہی بتا دیں کہ ”سنۃ“ اور ”مستحب“ ایک چیز ہوتی ہے، ثابت کریں، آپ دلیل دیں، آپ اپنی ڈرم میں دلیل دیں گے کہ ”سنۃ“ اور ”مستحب“ ایک چیز ہے، یہ اصولی باتیں ہیں۔“ (روئیدا مناظرہ کوہاٹ، صفحہ ۱۵، ناشر انجمن دعوۃ اہل السنۃ والجماعۃ)

اس اقتباس میں مولوی ابوالیوب دیوبندی نے مولانا عظیم اشرفی صاحب سے یہ مطالبه کیا ہے کہ چونکہ آپ نے میلا دشیریف کو ”سنۃ“ بھی کہا ہے اور ”مستحب“ بھی۔ لہذا آپ ثابت کریں کہ ”سنۃ“ کو ”مستحب“ کہا جاسکتا ہے۔

اس مطالبه کے جواب مولانا عظیم اشرفی صاحب نے مولوی ابوالیوب دیوبندی کو یہ جواب دیا کہ:

”آپ نے کہا کہ ان کو ”سنۃ“ و ”مستحب“ کے فرق کا پتہ نہیں۔ محترم آپ کو وضو کے مستحبات کا پتہ ہوتا تو آپ یہ بات نہ کرتے۔ وضو کے مستحب کہ جن کو فقہاء نے لکھا ہے کہ سارے کے سارے نبی کی سنۃ سے ثابت ہیں، دیکھو گردن کامسح

کرنا مستحب ہے۔” (روئیداد مناظرہ کوہاٹ، صفحہ ۵۶، ناشر انجمن دعوة اہل السنۃ والجماعۃ)

قارئین! آپ نے دیوبندی روئیداد سے پیش کیا گیا مندرجہ بالا اقتباس ملاحظہ کیا کہ مولوی ابوالیوب دیوبندی کو اس کے مطالبے کا جواب اُسی وقت دے دیا گیا تھا۔ جس پر دورانِ مناظرہ مولوی ابوالیوب دیوبندی کوئی تقيید نہ کر سکا۔

روئیداد مناظرہ کوہاٹ کے مرتب ساجد خان دیوبندی نے بھی ”سنۃ“ پر ”مستحب“ کے اطلاق پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے:

”بریلوی مناظر اس قدر بوكھلا ہست کاشکار تھا کہ اپنی تقریر میں یہ تک بھول گیا کہ اس نے دعویٰ کیا لکھوا یا تھا اور مناظرہ میں میلا دکونی کی ”سنۃ“ کہہ دیا۔ حالانکہ دعوے میں ”مستحب“ لکھا تھا، پھر جہالت پر پردہ ڈالنے کے لیے کہا کہ ”مستحب“ اور ”سنۃ“ ایک ہی چیز ہے۔ جب اس پر دلیل مانگی گئی تو آخری مناظرے تک دلیل سے عاجز رہا۔“

(روئیداد مناظرہ کوہاٹ، صفحہ ۱۲، ناشر انجمن دعوة اہل السنۃ والجماعۃ)

ساجد خان دیوبندی نے یہاں غلط بیانی سے کام لیا ہے کہ مولانا عظیم اشرفی صاحب نے ”سنۃ“ پر ”مستحب“ کے اطلاق کی کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ اسی خائنِ عظیم کی نقل کردہ روئیداد میں اس اعتراض کا جواب موجود ہے، جو آپ اور ملاحظہ کرائے ہیں۔

مولوی ابوالیوب دیوبندی اور ساجد خان دیوبندی کے اس اعتراض سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ دیوبندی و ہرم کے دونوں مزعومہ مناظرین اس بات سے جاہل ہیں کہ ”سنۃ“ پر ”مستحب“ کا اطلاق بھی کیا جاتا ہے۔ ساجد خان دیوبندی کی ڈھنائی اور بے شرمی کا اندازہ کیجیے کہ خود اس بات سے جاہل ہوتے ہوئے (کہ ”سنۃ“ پر مستحب کا اطلاق کیا جاسکتا ہے) اپنے مخالف کو جاہل کہہ رہا ہے کہ اس نے ”سنۃ“ کو ”مستحب“ کہہ دیا ہے۔

مولوی ابوالیوب دیوبندی اور ساجد خان دیوبندی کی جہالت کا علاج کرنے کی غرض سے ذیل میں وہ حوالہ جات پیش کیے جا رہے ہیں، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ”سنۃ“ پر بھی ”مستحب“ کا اطلاق ہوتا ہے۔

(۱) امام سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن حبیم حنفی "مستحب" کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"(ومستحبه) هو الشیء المحبوب لغة وعرفاً قيل: هو مافعله عليه الصلاة والسلام مرة وترکه أخرى"

(اللَّهُرُ الفَائِقُ شَرْحُ كَنْزِ الدَّقَائِقِ، كِتَابُ الطَّهَارَةِ، صفحه ۲۸، مطبوعہ دارالكتب العلمیہ بیروت)

(۲) مُلَّا علی قاری "مستحب" کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والمستحب ما فعله عليه الصلوة والسلام أحياناً وترکه أحياناً

(فتح باب العناية بشرح النقاية لملا على قاری، کتاب الطهارة، مستحبات الموضوع، جلد ا، صفحہ ۷۵، مطبوعہ شرکة دارالأرقام بن أبي الأرقام، بیروت)

(۳) صاحب ذریختار علامہ محمد بن علی حصکفی "مستحب" کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَمَسْتَحْبَهُ وَيُسَمَّى مَنْدُوبًا وَأَدَبًا وَفَضِيلَةً، وَهُوَ مَا فَعَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً وَتَرَكَهُ أُخْرَى، وَمَا أَحَبَّهُ السَّلْفُ

(ذریختار، الجزء الاول، کتاب الطهارة، آرکان الوضوء اربعہ، صفحہ ۹۲، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ)

(۴) علامہ عبدالغنی الحنفی "مستحب" کی تعریف کرتے ہوئے شرح قدوری میں لکھتے ہیں:

"فالمستحب لغة: هو الشیء المحبوب، وعرفاً قيل: هو مافعله النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً وَتَرَكَهُ أُخْرَى"

(اللُّبَابُ، کتاب الطهارة، نواقض الوضوء، صفحہ ۵۲، مطبوعہ دارالكتب العلمیہ، بیروت)

او پرقل کردہ عربی عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ مستحب وہ ہے جسے نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے کبھی کیا اور کبھی ترک کر دیا ہوا اور جسے سلف صالحین نے اچھا سمجھا۔

(۵) ”غاية الاوطار ترجمہ ذریح المختار“ میں ”مستحب“ کی تعریف ان الفاظ میں لکھی ہے: ”اور فقہا کے نزدیک مستحب وہ ہے جس کو رسول ﷺ نے ”الصلوة والسلام“ نے گاہے کیا، گاہے ترک کیا۔“

(غاية الاوطار، اردو ترجمہ ذریح المختار، کتاب الطہارت، صفحہ ۷، مطبوعہ اتحاد ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔ مترجمین مولوی خرم علی و مولوی احسن صدیقی ناظوری)

(۶) ”وزارت اوقاف و اسلامی امور، کویت“ کے شائع کردہ ”الموسوعة الفقهية“ میں ”مستحب“ کے بارے میں لکھا ہے:

”وذهب الحنفية إلى أن المستحب هو مافعله النبي صلى الله عليه وسلم مرة وتركه أخرى“

(الموسوعة الفقهية، الجزء الثالث، صفحہ ۲۱۵، مطبوعہ وزارة الاوقاف والشئون الاسلامية کویت)

اس موسوعہ فقہیہ کا اردو ترجمہ ”اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا“ نے کیا ہے، اسی سے درج بالاعبارت کا اردو ترجمہ ذیل میں ملاحظہ ہو:

”حنفیہ کے یہاں مستحب وہ ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے ”الصلوة والسلام“ نے کبھی کیا اور کبھی چھوڑا ہو۔“

(اردو ترجمہ الموسوعة الفقهیہ جلد ۳، صفحہ ۳۰۰، ناشر: جیونین بلکیشنز اینڈ میڈیا پرائیویٹ لمیٹر، دہلی)

(۷) شیخ محمد فہمی السقاء نے ”الفقه علی مذہب الامام ابی حنیفہ“ میں ”مستحب“ کے بارے میں لکھا ہے:

”مستحب یہ سنت کی ہی قسم ہے۔“

(بہار فقہ، صفحہ ۱۸، مطبوعہ مکتبۃ اعلیٰ حضرت، دربار مارکیٹ، لاہور۔ مترجم: محمد فہیم مصطفوی)

(۸) فرقہ دیوبندیہ کے امام مولوی رشید احمد گنگوہی نے ”مستحب“ کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

”اصطلاح فقہ اور اصول فقہ میں مستحب اس امر کو کہتے ہیں کہ جناب رسالت

ما بَصَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَے ایک دوبار اس کو کیا ہو،“

(باقیات فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ ۲۵۰، مرتب مولوی نور الحسن راشد کانڈھلوی، ناشر حضرت مفتی الہی بنخش اکیڈمی کانڈھلہ ضلع پر بدھ نگر (مظفرنگر) یوپی انڈیا۔ ایضاً، مطبوعہ دارالکتاب، اردو بازار، لاہور)

(۹) دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی ”مستحب“ کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

”مستحب و فعل ہے جس کو نبی صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَآلِہ وَسَلَّمَ یا صحابہ رَضِیَ اللَّهُ تَعَالَیٰ عَنْہُمْ نے کیا ہو، لیکن ہمیشہ اور اکثر نہیں بلکہ کبھی کبھی۔ اس کا کرنا والاثواب کا مستحق ہے اور نہ کرنے والے پر کسی قسم کا گناہ نہیں اور اس کو فقہاء کی اصطلاح میں نفل اور مندوب اور طوع بھی کہتے ہیں۔“

(بہشتی زیور، گیا ہواں حصہ، بعنوان: اصطلاحات ضروریہ، صفحہ ۸۵۷، ناشر المکتبۃ المدنیۃ، اردو بازار، لاہور)

(۱۰) مولوی ابوالیوب دیوبندی کے پیر و مرشد، نام نہاد متكلمِ اسلام مولوی الیاس گھسن نے ”مستحب“ کے متعلق لکھا ہے:

”مستحب و عمل ہے جس کو نبی کریم صَلَّی اللَّهُ تَعَالَیٰ عَلَیْهِ وَآلِہ وَسَلَّمَ یا صحابہ کرام رَضِیَ اللَّهُ تَعَالَیٰ عَنْہُمْ نے کبھی کیا ہوا اور کبھی چھوڑ دیا ہو۔“

(صراطِ مستقیم کو رس (براۓ مرد حضرات) صفحہ ۲۱، مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ، سرگودھا)

(۱۱) ”مستحب“ کی بھی تعریف مولوی الیاس گھسن دیوبندی نے ”صراطِ مستقیم کو رس“ (براۓ خواتین) کے صفحہ ۲۳ (مطبوعہ، مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ، سرگودھا) میں بھی لکھی ہے۔ کاش الیاس گھسن دیوبندی، اپنے مرید و نمائندہ مولوی ابوالیوب دیوبندی اور اپنے وکیلِ صفائی ساجد خان دیوبندی کو بھی یہ پڑھادیتے کہ ”سنۃ“ پر بھی ”مستحب“ کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

(۱۲) دیوبندیوں کے مزعومہ مفتی اعظم تقی عثمانی کی مصدقہ کتاب ”أصول الفقه“ میں مفتی عبد اللہ الاسعدی دیوبندی نے ”مستحب“ کے بارے میں لکھا ہے:

”مستحب“ کے لیے دیگر چند عناوین بھی استعمال ہوتے ہیں یعنی مندوب، نفل، ادب، تطوع، فضیلت جیسے کہ بھی نفل و مستحب سے سنت و مستحب دونوں کو یا صرف سنت کو مراد لیتے ہیں اور جیسے کہ بھی لفظ ”سنت“ کا اطلاق بھی ”مستحب“ پر کر دیتے ہیں۔ ذریعہ مختار و شامی، جلد اصحفہ ۷، صفحہ ۵۵-۸۲۔ ۷۰۔ ذرائع ثبوت و بیان: مستحب کا ثبوت بھی حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور آپ کے صحابہ سے ہوتا ہے۔“

(أصول الفقه، صفحہ ۳۵، ۳۶، مطبوعہ مجلس شریات اسلام، ۱۔ کے ۳، ناظم آباد میشن، ناظم آباد نمبر ۱، کراچی)
 (۱۳) شاہ اہل اللہ نے ”كنز الدقائق“ کا عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا، بعد ازاں اسی فارسی ترجمہ و تشریح کو مولوی احسن نانوتوی دیوبندی نے اردو میں منتقل کیا، اس میں ”مستحب“ کے متعلق ”فائدہ“ کا عنوان دے کر لکھا ہے:

”مستحب اس فعل کو کہتے ہیں جسے آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اپنی عادت کے طور پر کیا ہو۔“

(اصن المسائل ترجمہ و تشریح کنز الدقائق، صفحہ ۱۷، مطبوعہ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی)
 (۱۴) مفتی شبیر احمد القاسمی دیوبندی نے ”مستحب“ کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:
 ”مستحب وہ ہے جس کو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے صحابہ نے گاہے گاہے کیا ہوا اور سلف صالحین نے اسے پسند فرمایا ہو۔“
 (فتاویٰ قاسمیہ، جلد ۳، صفحہ ۳۵۲، مطبوعہ مکتبۃ اشرفیہ، دیوبند، الحمد)

مفتی شبیر احمد القاسمی دیوبندی نے ”مستحب“ کے بارے میں مزید لکھا ہے:
 ”استحباب کا لفظ ”سنن ہدیٰ“ اور ”سنن عادیہ“ دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، اور ”سنن ہدیٰ“ تو وہ ہے جس کو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے پسند فرمایا اور عبادت کے ارادہ سے عمل کیا ہے، اور ”سنن عادیہ“ وہ ہے جس میں عبادت کی نیت غالب نہیں ہوتی بلکہ عادت غالب ہوتی ہے، اب ”استحباب“ کا لفظ عام طور پر ”سنن عادیہ“ کے لیے بولا جاتا ہے، اور کبھی کبھی ”سنن ہدیٰ“ کے لیے بھی بولا جاتا ہے، اسی طرح سنت

کالفظ بھی ”سنن ہدیٰ“ اور ”سنن عادیہ“ دونوں کے لیے بولا جاتا ہے، مگر سنت کالفظ ”سنن ہدیٰ“ کے لیے غالب رہتا ہے، اور ”استحباب“ کالفظ ”سنن عادیہ“ کے لیے غالب رہتا ہے، مگر یہ لفظ ایک دوسرے کی جگہ پر استعمال بھی ہوتا ہے اور جہاں پر فقہاء نے رمضان کے آخری عشرہ کے اعتکاف کے لیے استحباب کالفظ استعمال کیا ہے، وہاں استحباب سے ”سنن ہدیٰ“ مراد ہے۔

(فتاویٰ قاسمیہ، جلد ۱، صفحہ ۵۸۳، مطبوعہ مکتبۃ اشرفیہ، دیوبند، الحمد)

(۱۵) مولوی زکریا کاندھلوی دیوبندی کے خلیفہ مفتی اسماعیل پچھلوی دیوبندی (مفتقی بریڈفورڈ۔ سابق مفتی جامعہ اسلامیہ، ڈاہمیل) نے اپنی کتاب میں ”مستحب“ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

”مستحب: جس کوئی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یا صاحبَہ کرام نے کبھی کبھی کیا ہو، ہیشگی نہ کی ہو، اس کو مندوب بھی کہتے ہیں۔“

(مبادیات فقہ، مشمولہ فتاویٰ دینیہ، جلد ۵، صفحہ ۲۱۵، ناشر: جامعہ حسینیہ راندیر، ضلع سورت، گجرات، انڈیا)

نوٹ: یہ کتاب مفتی سعید احمد پالنپوری دیوبندی (استاذِ حدیث دارالعلوم دیوبند) کی پسندیدہ ہے۔ نیز یہ کتاب (مبادیات فقہ) ”ادارہ اسلامیات، ۱۹۰۰ء۔ انارکلی، لاہور“ کی جانب سے بھی شائع ہو چکی ہے لیکن اس میں اصطلاحات والا وہ حصہ شامل نہیں ہے، جس کا اقتباس اوپر نقل کیا گیا ہے۔

(۱۶) مفتی عبدالرحیم لاچپوری دیوبندی نے ”مستحب“ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

”مستحب وہ کام ہے جس کوئی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور صاحبَہ کرام نے کبھی کیا ہو، اور اس کو سلف صالحین نے پسند کیا ہو۔ (شامی، ج ۱، ص ۱۱۵)“

(فتاویٰ رحیمیہ، جلد ۲، صفحہ ۱۱، مطبوعہ دارالاشاعت، اردو بازار، ایم اے جناح روڈ، کراچی)

(۱۷) مفتی محمد ارشاد دیوبندی (مدرس: محمد الفقیر الاسلامی، جھنگ) نے ”مستحب“ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

”مستحب: جو کام حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے کبھی کبھار فرمایا ہو“،
 (اصطلاحاتِ فقہ، صفحہ ۴۰، مطبوعہ شعبہ تحقیق و تصنیف دارالطاائعہ، بال مقابل جامع مسجد اللہ ولی، حاصل پوشہر ضلع بہاولپور)
 (۱۸) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، آیت کریمہ: وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدَّثَ
 کے تحت فرماتے ہیں:

دلیل ست برآنکے نعمتھائے خدارا کہ بروخودو برواحق خود باشندیان
 کردن از مستحبات ست

(تفسیر فتح العزیز، فارسی، تفسیر سورۃ الٹھجی، جلد ۲، صفحہ ۲۲۷، مطبوعہ المکتبۃ الحفاظیۃ، کانسی روڈ، کوئٹہ)
 اس فارسی عبارت کا اردو ترجمہ مولوی محمد علی چاند پوری دیوبندی نے ان الفاظ میں
 کیا ہے کہ آیت: وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدَّثَ: ”اس بات کی دلیل ہے کہ خدا تعالیٰ کی
 نعمتوں کو جو اپنے اوپر اور اپنے والبستوں پر ہوں، سو ظاہر کرنا، کہہ سنا نا“ سُنت“ ہے۔“
 (اردو ترجمہ تفسیر فتح العزیز، جلد ۲، صفحہ ۳۷، مطبوعہ اتحاد ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی)
 قارئین ملاحظہ کریں کہ تفسیر ”فتح العزیز“ کے فارسی متن میں ”مستحب“ کا لفظ
 لکھا ہے، لیکن دیوبندی مترجم نے اس کا ترجمہ ”سُنت“ کیا ہے۔

(۱۹) امام الوہابیہ فی الہند مولوی اسماعیل دہلوی نے ”صراطِ مستقیم“ میں لکھا ہے:
 ”دوسری سبیل یہ ہے کہ زندہ ایسا کام کرے کہ مردے کو نفع پہنچایا اس سے
 مقصود ہو پیغمبر خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی حدیث میں زیادہ طاہر اور مشہور
 طریقہ دعا بھی ہے، اس میں سے ایک صورت یعنی نمازِ جنازہ تو واجب ہے، اور اس کی
 ڈوسری صورتیں یعنی پانچوں نمازوں کے اوقات اور ان کے سوا اور وقتوں میں عام یا خاص
 طور پر دور یا نزدیک سے اس کا وقوع ہو، تو بیشک یہ ”مسنون“ اور ”مستحب“ ہے۔“

(صراطِ مستقیم، صفحہ ۵۷، مطبوعہ ادارہ نشریاتِ اسلام، اردو بازار، لاہور۔ ایضاً، صفحہ ۱۰۹، مطبوعہ اسلامی اکادمی، اردو
 بازار، لاہور)

مندرجہ بالا عبارت میں مولوی اسماعیل دہلوی صاحب نے مردے کے ایصالِ ثواب
 کے لیے مختلف صورتوں کے وقوع کو ”مسنون“ کے ساتھ ساتھ ”مستحب“ بھی کہا ہے۔

(۲۰) مولوی حکیم اسحاق بلياوي ديو بندی نے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالَیٰ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی "سنّت" کو "مستحب" قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

"جمعہ کے دن صحیح کی نماز میں سورہ سجده اور سورہ وہر پڑھنا شارع عَلَیْہِ السَّلَام سے ثابت ہے، لہذا اس کا پڑھنا مندوب و مستحب ہوا"

(قاطع الورید من المبتدع الغنید، ملقب به، الابداع فی مسئلة خطبة الوداع، صفحہ ۱،

مطبوعہ بلاطی شیم پریس، سازمان ملیٹی کرم بخش پرنس)

قارئین کرام! اور پیش کیے گئے تمام حوالہ جات سے ثابت ہو گیا کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالَیٰ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی "سنّت" پر بھی "مستحب" کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ لیکن افسوس دیوبندی مذہب کے مزعومہ مناظر مولوی ابوالیوب دیوبندی اور اس رؤسیداد کے مرتب ساجد خان ایسے جاہل بلکہ اجهہل ہیں کہ ان کو اس بات کا علم ہی نہیں کہ "سنّت" پر "مستحب" کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ "سنّت" پر "مستحب" کے اطلاق پر مفترض ان دیوبندیوں کے امام مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے تو بدعت حکمہ کو بھی سنّت لکھا ہے:

"بدعت کوئی حکمہ نہیں اور جس کو بدعت حکمہ کہتے ہیں وہ سنّت ہی ہے، مگر یہ اصطلاح کافر ہے مطلب سب کا واحد ہے"

(فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ ۱۷، مطبوعہ محمد علی کارخانہ اسلامی کتب، اردو بازار، کراچی)

مولوی خلیل انیمٹھوی دیوبندی نے بھی ایسے فعل کو سنّت قرار دیا ہے جس کا وجود قرون ثلاثہ میں نہ تھا:

"جس کے جواز کی دلیل قرون ثلاثہ میں ہو، خواہ وہ جزئیہ بوجو خارجی ان قرون میں ہو یا نہ ہو، اور خواہ اس کی جنس کا وجود خارج میں ہوا ہو، یا نہ ہوا ہو، وہ سب سنّت ہے۔"

(براہین قاطع، صفحہ ۳۲، مطبوعہ دارالاشاعت، ایم اے جناح روڈ، کراچی)

بِحَمْدِ اللّٰهِ تَعَالٰی مناظرہ کوہاٹ کے مناظر مولوی ابوالیوب دیوبندی اور اس مناظرہ کی رؤسیداد کے مرتب ساجد خان دیوبندی کی جہالت سب پر آشکار ہو گئی۔ تَمَّت

مولوی نور محمد ثاندھوی دیوبندی کے

سیاہ جھوٹ کی نقاب کشائی

میثم عباس قادری رضوی

کچھ عرصہ قبل پاکستان میں دیوبندی فرقہ کی جانب سے مولوی محمد ثاندھوی کی کتاب ”مولوی حشمت علی رضا خانی کا تکفیری فتویٰ بنام مولوی سید محمد پکھوچھوی“ شائع کی گئی ہے، اس کتاب کا ایک اقتباس ملاحظہ کریں، جس میں لکھا ہے:

”چونکہ مولوی احمد رضا خاں صاحب اپنی جماعت و پارٹی میں اعلیٰ و بڑے حضرت اور دوسری امتیازی و نمایاں خصوصیات کے مالک ہیں، اس لیے کفر و مرتد میں بھی اپنی شان کے مطابق امتیازی خدمات و بنی نظیر کارنا مے دیے ہیں۔ انہوں نے صرف اپنے و بیگانوں ہی کو کافر و مرتد بنانے پر اتفاق نہیں کیا، بلکہ ان کا دستِ تکفیر ان تمام حد بندیوں کو توڑ کر اس خطرناک حد تک دراز ہو گیا کہ حضرات صحابہؓ کرام اور ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہمؐ کی بارگاہ قدس تک پہنچ گیا اور اس بے باکی و ڈھنائی سے حضور قدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مقدس صحابی یا محترم تابعی کو معاذ اللہ کافر بناؤ لا اور ناظرین کرام سے درخواست ہے کہ اپنے ایمانی قلب پر صبر و تحمل کا پتھر رکھ کر ان اسلام کے ٹھیکیداروں اور عشق و محبت کے ماروں نے جو ایک مقدس صحابی کی تکفیر کی ہے۔ اس کی خوفناک داستان کو ان کی زبانی ملاحظہ کر کے ان کے ایمان و اسلام کا جنازہ پڑھ دیں تو اچھا ہوتا“۔

(مولوی حشمت علی رضا خانی کا تکفیری فتویٰ بنام مولوی سید محمد پکھوچھوی، صفحہ ۲۸، ۲۹، مطبوعہ الحجۃ ہدایات الرشید، مرگ، لاہور۔ اشاعت ۲۰۱۳ء)

منظیر اعلیٰ حضرت شیر پیشہ اہل سنت امام المذاہرین فاتح مذاہب باطلہ حضرت علامہ ابوالفتح حافظ قاری محمد حشمت علی خان قادری رضوی مجددی لکھنؤی رَضِیَ اللہُ تَعَالَیٰ عَنْہُ نے ”مناظرہ موراواں“ میں ”مولوی حشمت علی رضا خانی کا تکفیری فتویٰ بنام مولوی سید محمد پچھوچھوئی“ کے مؤلف مولوی نور محمد ماندوی دیوبندی کی جانب سے ”الملفوظ“ پر کیے گئے اس اعتراض کا درج ذیل جواب دیا ہے:

”شغال صحراۓ دیوبندیت نے کفر تھانوی کو اسلام بنانے سے عاجز ہو کر مناظرے سے اپنی جان بچانے کے لیے یہ بھی کہا کہ ”مولوی احمد رضا خاں صاحب اپنے ”ملفوظات“ حصہ دوئم صفحہ ۲۵۶/۳۶۰ پر لکھتے ہیں کہ: ”عبد الرحمن قاری جو کافر تھا، اس کو حضرت ابو قادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالَیٰ عَنْہُ نے قتل فرمایا۔ یہ غلط ہے، وہ عبد الرحمن قاری صحابی ہیں۔ تو مولوی احمد رضا خاں صاحب نے صحابی کو کافر کہا۔“

جواب میں حضرت شیر پیشہ اہل سنت نے فرمایا کہ: یہ آپ کا کھلا ہوا کذب صریح ہے۔ آپ کو جو شی عناد میں ملفوظات و مکتوبات کا فرق بھی نہیں سو جھتا۔ کسی کے ملفوظات اس کے لکھے ہوئے نہیں ہوتے۔ ملفوظات کی ترتیب کا یہ قاعدہ ہوتا ہے کہ کسی بزرگ کی خدمت میں اس کے مسترشدین و متسولین جو حاضر ہوا کرتے ہیں، اس کے ارشادات سن کر اپنے مقام پر پہنچ کر اپنی یادداشت کے مطابق قلم بند کر لیتے ہیں۔ ملفوظات میں اگر کوئی غلطی واقع ہو جائے تو قلم بند کرنے والے کی یادداشت کی غلطی سمجھی جائے گی۔ اس غلطی کی بنا پر خود صاحب ملفوظ پر اعتراض کرنا بے ایمانی اور خباثت نفسانی ہے۔ اسی طرح حضور پُر نور، مرشدِ برحق، امام اہل سنت، مجددِ اعظم، اعلیٰ حضرت قبلہ مولانا شاہ عبدالصطفي محمد احمد رضا خاں صاحب قبلہ رَضِیَ اللہُ تَعَالَیٰ عَنْہُ کی طرف جو ملفوظات منسوب ہیں، وہ بھی حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رَضِیَ اللہُ تَعَالَیٰ عَنْہُ کے لکھے ہوئے ہرگز نہیں۔ اور اگر ان ملفوظات میں کوئی غلطی ثابت بھی ہو جائے تو وہ ان کے ترتیب لکھنڈہ کی

یاداشت کی غلطی قرار دی جائے گی۔ اور اس غلطی کے سبب حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ذاتِ گرامی پر اعتراض کرنا نہایت بے ایمانی اور حبیث نفس ہو گا، مع ہذا جو عبد الرحمن حضرت سیدنا ابو قاتا دہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دستِ حق پرست سے قتل ہوا وہ یقیناً کافر تھا۔ دیکھو صحیح ”مسلم شریف“ اور ”مشکلۃ شریف“، باب قسمة الغنائم والغلول فيها، صفحہ ۳۲۸ پر۔ اسی حدیث شریف کو ”مسلم شریف“ سے مختصر ایوں ذکر کیا ہے:

”عن سلمة بن الأكوع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، قال: بعث رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلَیٰ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ بظہرہ مع رباح غلام رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلَیٰ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ، وأنامعه، فلما أصبحنا اذا عبد الرحمن الفزارى قد أغار على ظهر رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلَیٰ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ، فقمت على أكمة فاستقبلت المدينة، فناديت ثلاثة يا صباحاه، ثم خرجت في اثار القوم أرميهم بالنبل وأرتجز، أقول: أنا ابن الأكوع، واليوم يوم الرضع، فما زلت أرميهم وأعقر بهم، حتى ماخلق الله من بغير من ظهر رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلَیٰ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ الا خلفته وراء ظهري، ثم أتبعتهم أرميهم حتى القوا أكثر من ثلاثين بردة وثلاثين رمحًا يستخفون ولا يطرون شيئا إلا جعلت عليه أرمي من الحجارة يعرفها رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلَیٰ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وأصحابه رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ، حتى رأيت فوارس رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلَیٰ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ ولحق أبو قاتادة رَضِیَ اللہُ

تَعَالَى عَنْهُ فَارسِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى وَالِّهِ وَسَلَّمَ بِعْدَ الرَّحْمَنِ فَقَتَلَهُ. قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى وَالِّهِ وَسَلَّمَ: خَيْرٌ فِرْسَانُنَا الْيَوْمَ أَبُو قَتَادَةَ، خَيْرُ رِجَالِ النَّاسِ لِمَنْ أَعْطَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى وَالِّهِ وَسَلَّمَ سَهْمِيْنَ سَهْمًا فِي الْفَارَسِ، وَسَهْمًا الْرَّاجِلُ، فَجَمِيعًا مَالِيْهِ جَمِيعًا، ثُمَّ أَرْدَفَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى وَالِّهِ وَسَلَّمَ وَرَأْيَهُ عَلَى الْعَضَبَاءِ رَاجِعِينَ إِلَى الْمَدِينَةِ”

یعنی ”حضرت سید ناسمه بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صَلَّی المولیٰ تَعَالَی عَلَیْهِ وَعَلَی وَالِّهِ وَسَلَّمَ نے اپنے اونٹوں اور سواریوں کو رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بھیجا جو حضور صَلَّی المولیٰ تَعَالَی عَلَیْهِ وَعَلَی وَالِّهِ وَسَلَّمَ کے غلام تھے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ پھر جب ہم نے صبح کی تو ناگاہ عبد الرحمن فزاری نے رسول اللہ صَلَّی المولیٰ تَعَالَی عَلَیْهِ وَعَلَی وَالِّهِ وَسَلَّمَ کے اونٹوں اور سواریوں پر چھاپا مارا، تو میں ایک ٹیلے پر کھڑا ہو گیا اور مدینہ طیبہ کی طرف منہ کر کے تین بار پا کارایا اصل بھائیوں۔ پھر میں ان کافروں کو تیروں سے مارتا ہوا ان کے پیچھے لگا اور میں رجز پڑھتا ہوا کہتا تھا کہ میں اکوع کا بیٹا ہوں، اور آج کا دن کمینوں کے ہلاک ہونے کا دن ہے، تو میں ان کو تیر مارتا رہا اور ان کو ذبح کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صَلَّی المولیٰ تَعَالَی عَلَیْهِ وَعَلَی وَالِّهِ وَسَلَّمَ کی سواری و باربرداری کے اونٹوں میں سے کوئی ایسا پیدا نہیں کیا تھا جس کو میں

نے ان سے چھین کر اپنی پیٹھ کے پیچھے چھوڑنہ دیا۔ پھر میں ان کافروں کو تیر مارتا ہوان کے پیچھے لگا، یہاں تک کہ انہوں نے تمیں سے زائد چادریں اور تمیں سے زائد نیزے پھینک دیئے۔ وہ اپنا بوجھ ہلکا کرتے تھے اور وہ کوئی چیز نہیں پھینکتے تھے جس پر میں نے پھرول کی نشانیاں نہیں رکھدی ہوں تاکہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالَیٰ عَلَیْہِ وَعَلَیٰ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اور صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالَیٰ عَنْہُمْ ان کو پہچان لیں۔ یہاں تک کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالَیٰ عَلَیْہِ وَعَلَیٰ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے سواروں کو دیکھا اور رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالَیٰ عَلَیْہِ وَعَلَیٰ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے سواروں کے سوار ابو قادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالَیٰ عَنْہُ عبد الرحمن تک پہنچ گئے تو اس کو قتل کر ڈالا۔ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالَیٰ عَلَیْہِ وَعَلَیٰ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: آج ہمارے سواروں میں سب سے بہتر ابو قادہ اور ہمارے پیادوں میں سب سے بہتر سلمہ ہیں۔ سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالَیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ: پھر رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالَیٰ عَلَیْہِ وَعَلَیٰ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھ کو مال غنیمت میں سے دو حصے عطا فرمائے۔ ایک حصہ سوار کا اور ایک حصہ پیادے کا تو دونوں حصے جمع کر کے سر کار دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالَیٰ عَلَیْہِ وَعَلَیٰ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھ کو عطا فرمائے۔ پھر مدینہ طیبہ کو لوٹتے ہوئے حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالَیٰ عَلَیْہِ وَعَلَیٰ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھ کو اپنے ناقہ مقدسہ عضباء پر اپنے پیچھے بٹھالیا۔

اسی حدیث مبارک کو ”صحیح مسلم شریف“ میں بہت بسط و تفصیل کے ساتھ روایت فرمایا ہے۔ اب تو آپ کو معلوم ہوا کہ وہ عبد الرحمن یقیناً کافر تھا، جس کو حضرت سیدنا ابو قادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالَیٰ عَنْہُ نے جہنم میں بھیجا۔ اس کی نسبت میں اختلاف ہے۔ کسی راوی

نے عبد الرحمن فزاری کہا، کسی نے عبد الرحمن قزاری بیان کیا اسی کو مرتب مفظوظ نے عبد الرحمن قاری لکھ دیا پھر کہا جاتا ہے کہ: وہ عبد الرحمن قزاری یا فزاری جس کو حضرت سیدنا ابو قادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل فرمایا، وہ یقیناً کافر تھا۔ حضور علی حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابی کو کافرنہیں کہا، بلکہ تم لوگ ایک کافر کو صحابی بتا رہے ہو۔

”اكمال فی أسماء الرجال“ میں ”عبد الرحمن قاری“ کسی صحابی کا نام ہرگز نہیں لکھا۔ بلکہ عبد الرحمن بن عبد القاری کو تابعین میں شمار کیا ہے اور انھیں کے متعلق یہ جملہ لکھا ہے:

”يقال إله ولد على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وعلیه وآله وسلّمَ، وليس له منه سماع ولا رواية، وعده الواقدي من الصحابة فيمن ولد على عهد النبي صلى الله تعالى عليه وعلیه وآله وسلّمَ والمشهور أنه تابعي وهو من جملة تابعي المدينة وعلمائها سمع عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنْهُ مات سنة أحدى وثمانين وله ثمان وسبعون سنة“

(الاكمال فی اسماء الرجال، حرف العین فصل فی التابعين مع مشکوہ المصایب، ص ۲۰۹،
مطبع مجلس برکات مبارکپور)

یعنی ”کہا جاتا ہے کہ وہ حضور اقدس صَلَّی المولیٰ تعالیٰ علیہ وعلی
وآلہ وسَلَّمَ کے زمانہ اقدس میں پیدا ہوئے، لیکن انہوں نے حضور اکرم
صَلَّی المولیٰ تعالیٰ علیہ وعلی وآلہ وسَلَّمَ سے نہ کوئی حدیث سنی،
نہ کوئی حدیث انہوں نے حضور انور صَلَّی المولیٰ تعالیٰ علیہ وعلی
وآلہ وسَلَّمَ سے روایت کی۔ اور امام واقدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو
صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اس قسم میں شمار کیا جو حضور اکرم
صَلَّی المولیٰ تعالیٰ علیہ وعلی وآلہ وسَلَّمَ کے زمانہ اقدس میں

پیدا ہوئے۔ اور مشہور یہی ہے کہ وہ تابعی ہیں اور مدینہ طیبہ کے علماء تابعین میں سے ہیں۔ انہوں نے سیدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے حدیثیں سنی ہیں حَدَّیْث میں جب کہ ان کی عمر اُخْتَر برس کی تھی، ان کی وفات ہوئی۔“

مگر ترتیب دہندة مفہوم نے جس عبد الرحمن کو حضرت سیدنا ابو قادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ہاتھ کا مقتول بتایا۔ جس کو کوئی راوی فزاری بتاتا ہے، کوئی راوی اس کو فزاری کہتا ہے، اس کو ہرگز کسی کتاب میں ہرگز صحابی نہیں لکھا۔ وہ قطعاً کافر و مشرک تھا۔ تو درحقیقت آپ کافر کو صحابی بتا رہے ہیں۔ وَالْعِيَادُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی۔ اور سنیے! آپ کے خود ساختہ امام عبدالشکور صاحب کا کوروی نے صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو، حضرات اُمہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو، حتیٰ کہ حضور اقدس شہنشاہ کو نین صَلَّی المولیٰ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلَیٰ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کو معاذ اللہ جہنمی بتا دیا۔ احادیث صحیحہ مشہورہ سے ثابت ہے کہ: حضرت سیدنا امام عرش مقام حسین پاک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خبر شہادت سن کر حضور اکرم صَلَّی المولیٰ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلَیٰ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواج مطہرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُن روئیں، اور صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم روئے، خود سرکار عرش مدار سیدنا احمد مختار صَلَّی المولیٰ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلَیٰ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ روئے، اب سنیے عبدالشکور کا کوروی ایڈیٹر ”النجم“ کے گندے ناپاک اخبار ”النجم“ ۶ مارچ ۱۹۳۲ء صفحہ ۶ کالم ۲ میں لکھ کر شائع کیا جاتا ہے:

”ہم کو حسین مظلوم نے یہ نہیں بتایا کہ رویا کرو۔ روئے تو وہ جو مرنے کے بعد جہنم میں جانے والا ہے۔“

اب بولو! کا کوری والے اس خارجی، مرتد کے اس ملعون فتوے سے صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم اور اُمہات المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُن اور خود سرکار

دو عالم سیدنا محمد رسول اللہ صَلَّی المولیٰ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَعَلَیٰ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ معاذ اللہ جہنمی ہوئے یا نہیں؟ ”لعنة الله ذى الجلال على من قال هذا المقال أو قبله او رضى به فى كل حين وحال“ آپ کا اور آپ کے ہم مذهب تقیہ بازو ہائیوں، دیوبندیوں، خارجیوں، کفوریوں کا عقیدہ ”فتاویٰ رشیدیہ“ مبوب، حصہ ۲ صفحہ ۱۲۱ سے لے کھا چکا ہوں کہ حضرات صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو کافر کہنے والا کافر قربالائے طاق، بد مذهب اور گراہ بھی نہ ہوگا، سنی مسلمان ہی رہے گا۔ اب اس مقابلے میں یہ دیکھیے! آپ سب لوگوں کے مسلم پیشووا جناب رشید احمد صاحب گنگوہی اپنے ”فتاویٰ رشیدیہ“ مبوب، حصہ سوم کے صفحہ ۱۶ میں امام الوہابیہ مولوی اسماعیل صاحب دہلوی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ:

”وَقُطْعِيٌ جَنْتِيٌ هُوَ اُولِيٌ هُوَ، اِيْسَيْ شَخْصٍ كُوْمَرْ دُوْدَكَهْنَا خُودَمَرْ دُوْدَهُونَا هُوَ
اوَرَ اِيْسَيْ مَقْبُولٍ كُوْكَافَرَ كَهْنَا خُودَكَافَرَهُونَا هُوَ۔“

اس عبارت میں صاف صاف بتادیا کہ مولوی اسماعیل دہلوی کو کافر کہنے والا کافر ہے۔ یہ ہے آپ کا اور آپ کے پیشووا مولوی عبدالشکور صاحب کا کوروی کا اور تمام وہابیوں، دیوبندیوں، خارجیوں، کفوریوں کا دین و مذهب کہ صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو کافر کہنے والا تو نہ کافر ہے نہ گراہ بد مذهب ہے، لیکن مولوی اسماعیل صاحب دہلوی کو کافر کہنے والا ضرور کافر ہے۔ یعنی آپ سب وہابیوں، دیوبندیوں، خارجیوں، کفوریوں کے مذهب میں مولوی اسماعیل دہلوی کا مرتبہ صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے بھی بڑا ہے۔ والعياذ بالله تعالیٰ۔ اس قاہر ایراد کے جواب سے بھی تمام مولویان وہابیہ، میدانِ مناظرہ میں ”صُمُمْ بِكُمْ“ ہو گئے اور ان شاء اللہ العزیز المقتدر قیامت تک ”صُمُمْ بِكُمْ“ ہی رہیں گے۔“

(صلی وہابیہ کا گرین، صفحہ ۱۹ تا ۲۳، مطبوعہ مطبع سلطانی واقع پیر و حوالدار لین، سنبھی نمبر ۳۔ ایضاً صفحہ ۵۳ تا ۶۱)

مطبوعہ عسکری اکیڈمی، آستانہ عالیہ شمسیہ، پیلی بھیت شریف - ۲۰۱۳ء)

امام المتکلمین حضرت مولانا نقی علی خان کی کتاب

”اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد“

مولوی سرفراز گھڑوی دیوبندی کے پوتے

مولوی عمار خان ناصر دیوبندی کی نظر میں

مدیر

نوط: عمار خان ناصر دیوبندی نے یہ تحریر مورخہ ۱۱ اپریل ۲۰۱۶ء کو اپنے آفیشل فیس بک اکاؤنٹ بنام Ammar Khan Nasir کے نام سے ایک اشاعتی ادارے

ابوظبی، متحده عرب امارات میں ”دار الفقیہ“ کے نام سے ایک اشاعتی ادارے کے زیر اہتمام فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان کی تصانیف جدید معیار پر شائع کی جا رہی ہیں اور ادارہ اب تک اس ضمن کی بیس کے قریب مطبوعات منظیر عام پرلاچکا ہے۔ کتابوں کی تحقیق و تدوین کی خدمت محمد اسلم رضا الشیوانی صاحب انجام دے رہے ہیں۔ ہمارے فاضل دوست سید صدیق شاہ بخاری کی وساطت سے، جو ابوظبی میں تدریسی فرائض انجام دیتے ہیں، وقاً فوْقَاً اس ادارے کی بعض مطبوعات نظر نواز ہوتی رہتی ہیں۔

ان میں ”رذالمحتار“ پر فاضل بریلوی کا حاشیہ بعنوان ”جدالالمتار“ (سات جلدیں) بطور خاص قابل ذکر ہے۔ پاکستان کے حالیہ سفر میں صدیق شاہ صاحب نے ایک اور تحفہ ”اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد“ پیش کیا جو فاضل بریلوی کے

والد مفتی نقی علی خان صاحب کی تصنیف ہے اور بدعت کے مفہوم اور اس کی تعین کے ضوابط پر ایک فاضلانہ کتاب ہے۔

میرا پہلے بھی تاثر تھا، اس کتاب کی ورق گردانی سے مزید پختہ ہوا کہ ہر فقہی بحث کی طرح بدعت کی بحث میں بھی ایک grey area موجود ہے، جس میں کسی امر کی شرعی حیثیت تعین کرنے میں اہل علم کا رجحان اصولی اباحت کے پہلو سے جواز کی طرف بھی ہو سکتا ہے اور اضافات وزوائد کے پہلو سے ممانعت کی طرف بھی۔ زیر نظر تصنیف چونکہ خالص علمی اور شستہ انداز میں لکھی گئی ہے، اس لیے بدعت کے مفہوم اور اس کے عملی اطلاق کے حوالے سے بریلوی مکتب فکر کے نقطہ نظر کو علمی طور پر سمجھنے میں بہت مددگار ہے۔



نام کتاب: جسم مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا سایہ نہیں

مرتب: میثم عباس قادری رضوی

صفحات: ۱۱۲۰

ناشر: اکبر بک سلر، زبیدہ سنٹر، اردو بازار، لاہور

رابطہ نمبر: 03008852283

زیر تبصرہ کتاب اہل سنت کے مشہور ادارہ: ”اکبر بک سلر، زبیدہ سنٹر، اردو بازار، لاہور“ کی جانب سے شائع کی گئی ہے، اس کتاب میں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے جسم اقدس کے سایہ نہ ہونے پر تحقیقی دلائل کو جمع کر دیا گیا ہے، اس مجموعہ میں دو رسائل ایسے بھی ہیں جن میں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے جسم اقدس کا سایہ نہ ہونے پر نئے حوالہ جات پیش کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب اپنے موضوع پر شائع ہونے والی خنیم ترین کتاب ہے۔

متحده ہندوستان میں بد مذہبیت کا آغاز

حضرت علامہ مولانا طارق انور مصباحی

مدیر: ماہنامہ پیغام شریعت (وہلی)

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاً محبوب الہی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عنہ کے مرید خاص حضرت امیر خرو دہلوی (۱۵۱۵ھ-۲۵۷۷ھ) کے زمانے میں ہندوستان میں صرف اہل سنت و جماعت کا طبقہ تھا۔ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی (۱۷۹۶ھ-۲۰۳۳ھ) کے عہد سے کچھ قبل شیعہ فرقہ ہندوستان میں داخل ہوا۔ اسماعیل دہلوی نے وہابی فرقہ افکار و نظریات ہندی مسلمانوں میں پھیلایا۔ دہلوی کی فتنہ سامانیوں کے بعد مذہبی آزادی کا طوفان برپا ہو گیا۔ نئے نئے افکار و نظریات کے سبب فرقوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ اب حالات قابو سے باہر ہو چکے ہیں۔

شاد ابوالحسن زید فاروقی دہلوی نے لکھا:

”حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی **فُدِیْسَ سِرَّهُ** نے گیارہویں صدی ہجری کے شروع سالوں میں رسالتہ ”ردو فرض“ لکھا۔ ابتداء میں آپ نے ہندوستان میں اسلام کے پھلنے پھولنے اور مسلمانوں کی یک مذہبی و یک رُنگی کا بیان کیا ہے، اور اس سلسلہ میں طویل ہند حضرت خواجہ امیر خرو علیہ الرَّحْمَةُ کے چودہ شعر لکھے ہیں، اور پھر حضرت مجدد نے ہندوستان میں شیعان علی کی آمد کا ذکر کیا ہے۔

حضرت مجدد کے زمانے سے ۱۲۰۰ھ تک ہندوستان کے مسلمان و فرقوں میں بٹے رہے۔ ایک اہل سنت و جماعت، دوسرے شیعہ۔ اب مولانا اسماعیل دہلوی کاظمیہ ہوا۔

وہ شاہ ولی اللہ کے پوتے اور شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقدار کے بھتیجے تھے۔ ان کا میلان محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف ہوا، اور نجدی کا رسالہ ”ردا لاشراک“ ان کی نظر سے گذر رہا، اور انہوں نے اردو میں ”تقویۃ الایمان“ لکھی۔ اس کتاب سے مذہبی آزاد خیالی کا دور شروع ہوا۔

کوئی غیر مقلد ہوا، کوئی وہابی بنا، کوئی احمدی بیٹ کہلایا، کسی نے اپنے کو سلفی کہا۔ انہے مجہدین کی جو منزلت اور احترام دل میں تھا، وہ ختم ہوا۔ معمولی نوشت و خواند کے افراد امام بننے لگے، اور افسوس اس بات کا ہے کہ توحید کی حفاظت کے نام پر بارگاہ نبوت کی تعظیم و احترام میں تقصیرات کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ یہ ساری قباحتیں ماہ ربیع الآخر ۱۲۴۰ھ کے بعد سے ظاہر ہونی شروع ہوئی ہیں۔ اس وقت کے تمام جلیل القدر علماء کا دہلی کی جامع مسجد میں اجتماع ہوا، اور ان حضرات نے بہ اتفاق اس کتاب کو روکیا۔ اس رسالہ کے اوآخر میں مولانا فضل رسول بدایوی کا مکتوب اور مولانا مخصوص اللہ فرزند شاہ رفیع الدین کا جواب ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا مخصوص اللہ نے ساتویں سوال کے جواب میں لکھا ہے:

”اس مجلس تک سب ہمارے طور پر تھے، پھر ان کا جھوٹ سن کر کچھ کچھ آدمی آہستہ آہستہ پھرنے لگے۔“

مولانا شاء اللہ امرتسری پنجاب میں اہل حدیث کے مشہور عالم ہوئے ہیں۔ وہ ”شمع توحید“ کے صفحہ چالیس میں لکھتے ہیں:

”امر تسری میں مسلم آبادی، ہندو، سکھ وغیرہ کے مساوی ہے۔ اسی (۸۰) سال قبل قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے، جن کو آج کل بریلوی حنفی کہا جاتا ہے۔“

مولانا شاء اللہ نے ۱۹۳۷ء میں یہ بات لکھی ہے۔ اس سے اسی سال قبل ۱۸۵۷ء تھا، جبکہ انگریزوں نے ہندوستان پر غداری سے کامل تسلط حاصل کیا۔ محمد جعفر تھائیسری نے اپنی گرفتاری اور بہ عبور دریائے سور کی سزا اور پھر رہائی کا حال ”تاریخ عجیب“

(۱۲۹۶ھ) میں لکھا ہے۔ یہ تاریخی نام ہے، اور اس کتاب کی شہرت ”کالے پانی“ کے نام سے ہے۔ اس میں لکھتے ہیں:

”میری موجودگی ہند کے وقت (۱۲۷۸ھ میں) شاید پنجاب بھر میں دس وہابی عقیدہ کے مسلمان بھی موجود نہ تھے، اور اب (۱۲۹۶ھ میں) دیکھتا ہوں کہ کوئی گاؤں اور شہر ایسا نہیں ہے کہ جہاں کے مسلمانوں میں کم سے کم چہار م حصہ وہابی معتقد محمد اسماعیل کے نہ ہوں۔“ -

یعنی پنجاب میں بڑی تیزی سے مولانا اسماعیل کا وہابی مذہب پھیل رہا ہے۔ یہ بات محمد جعفر تھائیسری نے لکھی ہے، جو مولانا اسماعیل کے معتقد اور ان کے تذکرہ نگار ہیں۔ خواجہ خرسونے ہندوستان کے مسلمانوں کی یک رنگی اور یک مذہبی کا بیان کیا ہے، اور حضرت مجدد نے شیعیت کی آمد سے مطلع کیا، اور مولوی ثناء اللہ امرتسری اور محمد جعفر تھائیسری نے وہابیت کے انتشار کی خبر دی،

(اسماعیل اور تقویۃ الایمان، ص ۹۶-۹۷۔ شیرربانی پبلیکیشنز، لاہور)

اقتباس بالا سے معلوم ہوا کہ وہابی نیافرقہ ہے، اور جسے بریلوی حنفی کہا جاتا ہے، وہ قدیم جماعت ہے، اور وہی اہل سنت و جماعت ہے۔ کوئی خود کو سنی کہے تو اس سے وہ سنی نہیں ہو جائے گا، بلکہ جو عقائد کے اعتبار سے سنی ہو، وہی سنی ہوگا۔

آج کل سلفی لوگ بھی خود کو سنی کہتے ہیں، حالاں کہ وہابیت کے وجود سے قبل ہی علامہ نے تصریح کر دیا تھا کہ جو مذاہب اربعہ سے خارج ہو، وہ سواداً عظم یعنی اہل سنت سے خارج ہے۔

محمد صدی سیزدهم علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۱۵۹ھ-۱۲۳۹ھ-۱۸۲۳ء)

کی وفات کے بعد سال ۱۲۴۰ھ میں اسماعیل دہلوی نے ہندوستان میں وہابی مذہب کی تبلیغ و اشاعت شروع کر دی۔ رفتہ رفتہ بد قسم افراد اس مذہب بالطل کی طرف مائل ہونے لگے، ورنہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے عہد تک تمام حنفی مسلمان مذہب اہل سنت

وجماعت پر قائم و مستحکم تھے، جیسا کہ شاہ مخصوص اللہ دہلوی (۱۷۲۴ھ-۱۸۵۶ء) نے فرمایا، پھر ہندوستان سے مغلیہ سلطنت کے خاتمه کے بعد ۱۷۳۷ھ مطابق ۱۸۵۸ء سے وہابی مذهب تیزی کے ساتھ پھیلنے لگا، جیسا کہ ثناء اللہ امرتسری کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے۔

۱۸۵۸ء کی جنگ غدر میں اکثر علمائے اہل سنت انگریزی حکومت سے بغاوت کے جرم میں سزا یافتہ ہو کر جزیرہ انڈمان پھیج دیئے گئے، تب ہندوستان میں وہابی مذهب بر ق رفتاری کے ساتھ پھیلتا چلا گیا، کیوں کہ اب روک تھام کرنے والے علمائے کرام موجود نہیں تھے، اور انگریز وہابی مذهب کے فروع میں معاون و مددگار تھے۔

وہابی نظریات کا رد و ابطال:

بارہویں صدی ہجری میں محمد بن عبدالوہاب نجدی (۱۱۱۵ھ-۱۲۰۶ھ) نے برطانوی جاسوس ہمفرے کی ہدایت پر سال ۱۱۳۳ھ میں ملک عرب میں نجد سے اپنی تحریک وہابیت کا آغاز کیا۔ وہابیت اپنے آغاز کے ستانوں سال بعد ۱۲۳۰ھ میں ہندوستان میں داخل ہوئی۔

ملک ہند میں تحریک وہابیت کا داعی اول اسماعیل دہلوی (۱۱۹۳ھ-۱۲۳۶ھ-۱۸۳۱ء) ہوا۔ وہلی جامع مسجد میں حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی کے مشورہ پر سال ۱۲۳۰ھ میں علمائے اہل سنت نے وہابیوں سے مناظرہ کیا۔ اسماعیل دہلوی اور اس کا بہنوی عبدالحی بڈھانوی دونوں جامع مسجد میں تھے۔ اسماعیل دہلوی موقع دیکھ کر جامع مسجد سے بھاگ نکلا۔ اسماعیل دہلوی کے رفیق کار عبدالحی بڈھانوی (مہ ۱۲۳۳ھ-۱۸۲۸ء) نے علمائے اہل سنت سے گفتگو کی۔ وہ اپنی باتوں کی تاویل کرنے لگا اور بعض باتوں سے رجوع کر لیا۔

بھارت میں وہابیت کے اوّلین تروید کنندگان میں امام اہل سنت علامہ فضل حق خیر آبادی (۱۲۱۲ھ-۱۲۷۸ھ-۱۷۹۷ء-۱۸۲۱ء)، علامہ فضل رسول بدایوی (۱۲۱۳ھ-۱۲۸۹ھ-۱۷۹۷ء-۱۸۲۱ء)، صدر الصدور مفتی صدر الدین آزردہ دہلوی

(۱۲۰۲ھ-۱۲۸۵ھ-۹۷۷ء-۱۸۲۸ء)، علامہ رشید الدین خاں دہلوی (م ۱۲۳۹ھ-۱۸۳۳ء)، مولانا منور الدین دہلوی بن قاضی سراج الدین (م ۱۲۳۷ھ-۷۷۸ء)، مولانا مخصوص اللہ دہلوی (م ۱۲۴۷ھ-۱۸۵۵ء)، مولانا موسیٰ دہلوی (م ۱۲۵۹ھ-۱۸۳۳ء)، مولانا شاہ احمد سعید مجددی دہلوی (م ۱۲۷۰ھ-۱۸۶۰ء)، مولانا کریم اللہ فاروقی دہلوی (م ۱۲۹۱ھ-۱۸۷۳ء) وغیرہم تھے۔

وہابیت کی نشاۃ ثانیہ:

سینکڑوں علمائے اہل سنت ملک بھر میں تحریک وہابیت کے روڈ ابطال میں لگ گئے۔ قریب تھا کہ وہابیت بھارت میں دم توڑ دیتی، لیکن وہابیت موت کے منہ میں جا کر واپس آگئی۔ عرب میں وہابیت کا فروع ظلم و جبراً قتل و غارت گری سے ہوا۔ ظلم کے سبب لوگ وہابی مذہب ماننے پر مجبور ہو گئے۔ بھارت میں وہابیت کا فروع فریب کاری اور کذب و جعل سے ہوا۔ عرب و ہندو نوں ملکوں میں وہابیت کو انگریزوں نے پروان چڑھایا۔ بھارت کی پہلی جنگ آزادی: ۱۸۵۷ء کے بعد علمائے اہل سنت و جماعت پر انگریزی مظالم کے سبب ملک میں وہابیت کو فروع و عروج کا موقع میسر آیا۔ بیسویں صدی میں دیوبندیوں کی تبلیغی جماعت نے بھی فروع وہابیت میں بڑا کردار ادا کیا۔

إِلَيْسَ كَانَ حَلْوَى نَفْرَةَ ۱۹۲۶ء مِنْ تَبْلِيغِي جَمَاعَتِ قَاتِمَ كَيْ تَهْمِي۔ تَبْلِيغِي جَمَاعَتْ نَفْرَةَ دِيُوبَنْدِي مُولَوِيُوْنَ كَيْ جَحْوَى كَرَامَتِيْسَ سُنَّا سُنَّا كَرَوْمَ مُسْلِمَ كَوَانَ كَأَكْرَوِيدَه اوْرَ مَعْقَدَ بَنَا دِيَا۔ يَهِيْ جَمَاعَتْ لَوْگُوْنَ كَوْنَمازَ كَنَامَ پَرَ اپَنَےْ حَلَقَتَےْ مِنْ شَامِلَ كَرتَى ہے اوْ رَأَيْنَ بَزَرَگُوْنَ كَيْ محْبَتَ كَجاَمَ پَلاَكَرَوَ اپَسَ بَحْسِيجَتَى ہے۔ اےْ كَاش! اَا كَارِبِ دِيُوبَنْدِ قَومَ كَوْعَشَتِ نَبُوْيَ كَجاَمَ پَيشَ كَرَتَے اوْرَ اپَنَى توْهِينَ وَبَےْ أَدَبِي سَےْ تَوْبَةَ كَرَ لَيْتَ تَوْكِنَ اَچَھَا ہَوْتَا۔

بقائے وہابیت کا سبب اول: اسحاق دہلوی کی وہابیت نوازی:

اسحاق دہلوی مہاجر کی (۱۱۹۲ھ-۱۲۲۲ھ، ۱۸۳۲ء) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

فَدِسْ سِرَّهُ الْعَزِيزُ کانو اسے، ان کا جانشیں اور اسماعیل دہلوی کا بھانجہ تھا۔ اسماعیل دہلوی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا مختصر تھا۔ یہ اسماعیل دہلوی سے متاثر تھا، لیکن شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے جانشیں ہونے کے سبب علی الاعلان وہابیت کی طرف جانا دُشوار ہو گیا۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے تمام تلامذہ، خلفاً اور عقیدت مندان سُنی تھے۔ اسحاق دہلوی نے مسائل فرعیہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رَضِیَ اللَّهُ تَعَالَیٰ عَنْہُ کی تقلید ظاہری کا رُوپ اختیار کیا، اور عقائد میں ابن عبدالوہاب نجدی کا مذهب اپنایا۔ یعنی اسحاق دہلوی ”مقلدوہابی“ بن گیا۔ مقلدوہابی کو اس زمانے میں گلابی وہابی کہا جاتا تھا۔ اہل دیوبند نے گلابی وہابیت کو اختیار کیا، اور مسلمانان ہند ان کی ظاہری شکل و صورت دیکھ کر وہابیت کے جال میں پھنستے گئے۔ یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔ اُس عہد میں غیر مقلدوہابی کی تعداد انتہائی قلیل تھی۔ بھارت میں کیرلا کے علاوہ تمام صوبوں میں سنی حنفی مسلمان آباد تھے، اور غیر مقلدوں کے فقہی مسائل حنفیوں سے جدا گانہ تھے، اس لیے غیر مقلدوہابی حنفیوں کو اپنے قریب نہ کر سکے۔ دیوبندیوں نے حنفی مذهب کے نام پر مسلمانان ہند کو اپنے ساتھ ختم کر لیا اور خود بھی حنفیت کے نام پر ہی گمراہی میں مبتلا ہوئے تھے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا داماد عبدالحی بڈھانوی (مر ۱۲۳۳ھ-۱۸۲۸ء)

اسماعیل دہلوی کا ہم خیال بن گیا تھا۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ القوی کی تین صاحبزادیاں تھیں۔ آپ کی نرینہ اولاد نہ تھی۔ آپ کی تینوں صاحبزادیوں کی وفات آپ کی حیات ہی میں ہو گئی۔ بڑی بیٹی کا عقد نکاح شاہ رفع الدین محدث دہلوی کے بڑے بیٹے مولوی محمد عیسیٰ سے ہوا۔ دوسری بیٹی کا نکاح شیخ محمد افضل محدث لاہوری (مر ۱۲۴۵ھ) سے ہوا۔ ان کے دو بیٹے ہوئے۔ محمد اسحاق دہلوی (مر ۱۱۹۲ھ-۱۲۶۲ھ، ۱۸۳۲ء) اور محمد یعقوب دہلوی (مر ۱۲۰۰ھ-۱۲۸۲ھ، ۱۸۶۷ء)۔

اسماعیل دہلوی کے بعد اسحاق دہلوی نے ملک ہند میں وہابیت کو فروغ دیا اور اس

نے تقيہ بازی اختیار کی۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تیسری صاحبزادی کا نکاح عبدالحجج بڈھانوی (م ۲۳۳۰ھ-۱۸۲۸ء) سے ہوا۔ اس سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

جب اسماعیل دہلوی اور سید احمد رائے بریلوی سرحدی علاقوں میں لڑائی کرنے گئے تو دہلوی کے حامیوں میں سے محبوب علی واپس چلا آیا۔ دہلوی سکھوں سے جہاد کا جھانسہ دے کر مسلمانوں کو سرحدی علاقے لے گیا تھا۔ محبوب علی نے دیکھا کہ یہاں سرحدی علاقوں میں مسلمانوں سے قتل و قفال ہو رہا ہے تو اس کے اندر اسلامی غیرت بیدار ہوئی۔ وہ سرحدی علاقوں سے واپس چلا آیا۔ یہی محبوب علی جہاد کے لیے چندہ کر کے رقم فراہم کرتا تھا اور لوگوں کو نام نہاد جہاد کے لیے بھرتی کرتا تھا۔ اس کی واپسی سے اسماعیل دہلوی اور اس کے نام نہاد مجاہدین سخت مشکل میں بٹلا ہو گئے۔ اس کے بعد شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نواسے اسحاق دہلوی اور یعقوب دہلوی سے رابطہ کیا گیا۔ مالی فائدہ دیکھ کر یہ دونوں تحریک جہاد سے وابستہ ہو گئے، اور مجاہدین کے لیے مالی امداد اور افراد دوبارہ بھیجے جانے لگے۔

مَوْرِخُ وَهَابِيَّةُ جعْفَرٌ تَهَانِيَّرِيَّ نَزَّلَهَا:

”مولوی محبوب علی کے انوغاسے جو کاروبار جہاد کو صدمہ پہنچا، ویسا صدمہ اس لشکر کو آج تک کسی سکھ یاد رکنی کے ہاتھ سے نہ پہنچا تھا۔ مولوی محبوب علی کے فتنہ کے بعد مدت تک ہندوستان سے قافلوں کا آنا بند ہو گیا۔ اکثر معاونین جہاد سُست ہو گئے۔ جب بہت سے خطوط مولوی محبوب علی کی تکذیب میں لشکر مجاہدین سے ہندوستان میں آئے، تب مددوں کے بعد مولوی محمد اسحاق صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب معاونین جہاد کی سعی سے یہ فتنہ محبوبی رفع ہو کر خرچ اور قافلوں کی روائگی دوبارہ شروع ہوئی۔“

(حیات سید احمد شہید، ص ۲۳۸، مطبوعہ کراچی)

شاہ ابو الحسن زید فاروقی کے منقولہ ذیل دونوں اقتباس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسماعیل دہلوی نے سید احمد رائے بریلوی کی امارت و خلافت کے نام پر سرحدی علاقوں

کے مسلمانوں کا قتل شروع کر دیا تھا، اسی لیے محبوب علی نے اس جہاد سے خود کو الگ کر لیا۔
شاہ ابو الحسن زید فاروقی دہلوی نے لکھا:

”میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ تقویۃ الایمان لکھ کر مولانا اسماعیل نے محمد بن عبدالوہاب کی پیروی میں ابتدائی قدم اٹھایا ہے، اور آخری قدم آپ کی تحریک جہاد ہے، کیوں کہ آپ نے دیکھ لیا کہ محمد بن عبدالوہاب کو اس وقت کامیابی ہوئی جب ان کو ”رکن شدید“ کی پشت پناہی حاصل ہوئی۔

چنانچہ آپ نے جہاد کی راہ ہموار کی۔ ابتدائی مراحل خیر و خوبی سے طے ہوئے، اور آپ اپنے پیرو مرشد اور رفقا کی معیت میں برائے جہاد روانہ ہوئے۔ چوں کہ اس تحریک میں نجدیت کے اثرات نمایاں ہیں، اس لیے مختصر طور پر اس کا بیان کرتا ہوں۔

جہاد: دو شنبہ ۷: جمادی الآخرہ ۱۴۲۱ھ (۷ جنوری ۱۸۰۳ء) کو مولانا اسماعیل اپنے پیرو مرشد جناب سید احمد اور مجاہدین کی ایک جماعت کے ساتھ رائے بریلی سے جہاد کے واسطے روانہ ہوئے۔ یہ قافلہ گوالیار، اجمیر، سندھ، بلوچستان، قندھار، مقر، غزنی، کابل، ہفت آسیاب، چارباغ، جلال آباد، پشاور ہوتا ہوا ماه جمادی الاولی ۱۴۲۲ھ (دسمبر ۱۸۰۳ء) کو چار سدھ کے علاقے ہشت نگر پہنچا۔ ابھی ایک مہینہ نہیں گذر اتا کہ آپ نے اپنے پیرو مرشد کو امام برحق اور امیر المؤمنین بنادیا۔ اس سلسلے میں مولانا اسماعیل نے لکھا ہے۔

”هر کہ امامت آن جناب ابتداءً قبول نہ کن دیا بعد القبول انکار نماید، پس ہمون است باغی مستحل الدم کہ قتل او مثل قتل کفار عین جهاد است، وہتک او مثل سائر اهل فساد عین مرضی رب العباد۔ چہ امثال ایں اشخاص به حکم حدیث متواترہ از جملہ کلاب رفتار و ملعون اشرار اند۔ ایں است مذهب ایں ضعیف بدین مقدمہ، پس جوابات اعتراضات معتبر ضین ضرب بالسف است، نہ تحریر و تقریر“۔

یعنی پس جو شخص آں جناب کی امامت ابتداء ہی سے قبول نہ کرے، یا قبول کرنے کے بعد اس سے انکار کرے، وہ ایسا باغی ہے کہ اس کا خون بہانا حلال ہے، اور اس کا قتل کرنا کافروں کے قتل کی طرح عین جہاد ہے۔ اس کی ہٹک کرنی فساد یوں کی ہٹک کی طرح رب العلمین کی عین مرضی، کیوں کہ ایسے لوگ احادیث متواترہ کے حکم سے کتنے کی چال چلنے والے ملعونین اشرار ہیں۔ اس معاملے میں عاجز کا یہی مسلک ہے، لہذا اعتراض کرنے والوں کے اعتراضات کا جواب تواریک مار ہے، تحریر و تقریر۔

(مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان، ص ۸۳)

شاہ ابو الحسن زید فاروقی دہلوی نے لکھا:

”دو شنبہ ۷: جمادی الآخرہ ۱۲۲۱ھ، ۷: جنوری ۱۸۲۱ء کو رائے بریلی سے مجاہدین کا قافلہ چار سدہ ہشت نگر کوروانہ ہوا، اور جمعہ ۲۲ ذی قعده ۱۲۲۲ھ، ۶: مئی ۱۸۲۲ء کو سکھوں کے ہاتھ سے سب نے جام شہادت پیا۔ قمری حساب سے ۵: سال، ۵: مہینے، ۷: دن۔ مشی حساب سے ۵: سال، ۳: مہینے، ۲۰: دن یہ تحریک چلی۔ مولانا اسماعیل نے خجہی کی پیروی میں وہی قدم اٹھایا جو خجدی اٹھا چکا تھا کہ جو شخص اس کی تعلیمات کو تسلیم نہ کرے، وہ قتل کیا جائے، اور یہ مسلک اہل اہوا کا ہے۔ اس تحریک سے اسلامیان ہند کی جمیعت پر اگنڈہ ہوئی، سکھوں کی قوت میں کمزوری آئی، اور فرنگ خذلهم اللہ کو فائدہ پہنچا۔ ۱۸۵۱ء میں جب علمائے حق نے جہاد کا فتویٰ دیا، پورودگار ان فرنگ نے اس کی مخالفت کی۔“ (مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان ص ۹۷، ۹۸)

بروز جمعہ ۲۳ ذی قعده ۱۲۲۶ھ، ۶: مئی ۱۸۳۲ء کو پیر و مرید یعنی اسماعیل دہلوی اور سید احمد رائے بریلوی کی ہلاکت ہوئی۔ اس کے بعد جنگوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ ۱۲۲۶ھ مطابق ۱۸۳۱ء سے قبل ہی اسحاق دہلوی اور یعقوب دہلوی، اسماعیل دہلوی کی تحریک وہابیت سے مسلک ہوئے۔ چوں کہ ملک بھر میں وہابیت کے خلاف مضبوط محاذ قائم ہو چکا تھا، اور اسحاق دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا جانشیں تھا، اس لیے وہ اعلانیہ

طور پر وہابیت کو قبول نہ کر سکا۔ اسماعیل دہلوی نے ”تقویۃ الایمان“ میں جن امور کو شرک لکھا تھا، اسحاق دہلوی نے اپنی کتاب ”مآۃ مسائل“ و دیگر تصانیف میں ان میں سے بعض کو حرام، بعض کو ناجائز اور بعض کو مکروہ لکھا۔ یہ سب کچھ دیکھ کر اہل سنت و جماعت میں اسحاق دہلوی پر انگشت نمائی شروع ہو گئی۔ اسحاق دہلوی اپنی عزت بچانے کی خاطر اسماعیل دہلوی کی موت کے دس سال بعد ۱۸۲۵ھ مطابق ۱۸۴۱ء میں مکہ معظمہ ہجرت کر گیا۔ ساتھ میں اس کا چھوٹا بھائی محمد یعقوب دہلوی بھی مکہ معظمہ ہجرت کر گیا۔

دیوبند کیسے بنام مقلد وہابیہ کا مرکز؟:

جب اسحاق دہلوی ہجرت کر کے مکہ مکرمہ جانے لگا تو اس نے بھارت میں وہابیت کے فروع کے لیے ایک بورڈ تشکیل دیا۔ اس بورڈ کا صدر مملوک علی نانوتوی (م ۱۸۲۶ھ - ۱۸۵۱ء) کو بنایا۔ اس بورڈ میں کل چار لوگ تھے۔

عبداللہ سندهی (م ۱۹۲۳ھ - ۱۹۴۳ء) نے لکھا:

”مولانا محمد اسحاق مکہ معظمہ میں اپنے بھائی مولانا محمد یعقوب دہلوی کو اپنے ساتھ لے گئے، اور وہاں میں مولانا مملوک علی کی صدارت میں مولانا قطب الدین دہلوی، اور مولانا مظفر حسین کا نڈھلوی اور مولانا عبد الغنی دہلوی کو ملا کر ایک بورڈ بنادیا، جو اس نے پروگرام (جدید وہابیت) کی اشاعت کر کے نئے سرے سے جماعتی نظام پیدا کرے، اور یہی جماعت ہے جو آگے چل کر دیوبندی نظام چلاتی ہے۔“

(شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک، ص ۱۰)

مولوی مملوک علی نانوتوی انگریزوں کے قائم کردہ ”دہلی عربک کالج“ کے شعبہ عربی کا صدر مدرس تھا۔ نانوتوہ، اور اس کے آس پاس کے علاقے کے بچے مملوک علی کے سبب تعلیم کے لیے دہلی عربک کالج جانے لگے۔ یہی طلبہ بعد میں دیوبندیت کے سرخیل و سردار ہوئے۔

مناظر احسن گیلانی نے لکھا:

”نانوتوہ کے لیے تعلیمی راہ کا دروازہ مولانا مملوک العلی..... کی وجہ سے کھل چکا تھا۔ وہ دہلی میں مقیم تھے اور دہلی کی سب سے بڑی مرکزی درس گاہ ”دہلی کالج“ کے استاد تھے۔ نہ صرف نانوتوہ، بلکہ عثمانی شیوخ کی برادری اطراف و جوانب کے جن قصبات میں پھیلی ہوئی تھی، وہاں تک کے بچے مولانا مملوک العلی کے ان خاص حالات سے کافی استفادہ کر رہے تھے۔ (سوائخ قاسمی، جلد اول، ص ۲۱۰)

نانوتوہ، گنگوہ، دیوبند، سہارن پور اور اطراف کے بے شمار طلبہ دہلی عربک کالج میں داخل ہوئے اور دیوبندی مسلک کی بنیاد پڑی۔

پروفیسر محمد ایوب قادری دیوبندی نے لکھا:

”مولانا مملوک العلی کے تلامذہ کی تعداد کا استحضار ناممکن ہے۔ ان کے شاگردوں میں بڑے بڑے علمائی مظہر نانوتوی، مولانا محمد احسن نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا احمد علی سہارنپوری، مولانا ذوالفقار علی دیوبندی، مولانا فضل الرحمن دیوبندی، مولوی کریم الدین پانی پتی، غشی جمال الدین مدارالمہام بھوپال، شمس العلما ڈاکٹر ضیاء الدین ایل، ایل، ڈی، مولوی عالم علی مراد آبادی (ف ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء)، مولوی سمیع اللہ دہلوی، مولانا عبد الرحمن پانی پتی وغیرہ کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔“ (حیات مولانا محمد احسن نانوتوی، ص ۱۸۳)

مملوک علی کے شاگردوں میں سے ذوالفقار علی دیوبندی اور فضل الرحمن دیوبندی نے حاجی عابد حسین دیوبندی کے ساتھ مل کر مدرسہ دیوبندی کی بنیاد رکھی۔ مدرسہ دیوبندی کا پہلا صدر مدرس مملوک علی کے بیٹے محمد یعقوب نانوتوی (۱۲۲۹ھ-۱۳۰۲ھ-۱۸۳۳ء-۱۸۸۲ء) کو بنایا گیا۔ دیوبندی شیخ الہند محمود حسن دیوبندی، ذوالفقار علی دیوبندی کا بیٹا اور شبیر احمد عثمانی، فضل الرحمن دیوبندی کا بیٹا ہے۔

مدرسہ دیوبند کا قیام ۳۰ مئی ۱۸۶۲ء مطابق ۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ کو بروز پنج شنبہ ہوا۔ اسی کے چھ ماہ بعد مملوک علی نانوتوی کے شاگردوں میں سے سعادت علی سہارنپوری

نے رجب المرجب ^{۱۲۸۳ھ} مطابق ^{۱۸۶۷ء} میں سہارن پور میں مدرسہ مظاہر العلوم قائم کیا۔ تین ماہ بعد شوال ^{۱۲۸۴ھ} مطابق ^{۱۸۶۸ء} میں مملوک علی نانوتی کے شاگرد محمد مظہر نانوتی کو مدرسہ مظاہر العلوم کا صدر مدرس مقرر کیا گیا۔ اس طرح مقلد و ہابیہ کا مرکز دہلی سے دیوبند سہارن پور منتقل ہو گیا۔

حاجی عابد حسین دیوبندی چشتی (۱۲۵۰ھ-۱۳۳۱ھ-۱۸۳۲ء-۱۹۱۳ء) مدرسہ دیوبند کے بانیوں میں سے تھے۔ یہ سنی صحیح العقیدہ تھے۔ نظریاتی اختلاف کے سبب حاجی عابد حسین مدرسہ دیوبند سے الگ ہو گئے۔

^{۱۲۹۰ھ} میں قاسم نانوتی مدرسہ دیوبند آیا۔ اسی سال اس نے ”تحذیر الناس“، لکھی، جس میں عقیدہ ختم نبوت کا انکار کیا۔

بعض لوگ قاسم نانوتی کو مدرسہ دیوبند کا بانی سمجھتے ہیں، حالاں کہ مدرسہ دیوبند کے قیام کے قریباً آٹھ سال بعد ^{۱۲۹۰ھ} میں قاسم نانوتی مدرسہ دیوبند آیا تھا۔

(دارالعلوم دیوبند کا بانی کون؟ از: ڈاکٹر غلام سعیٰ انجم مصباحی ص ۲۲، ۱۹)

^{۱۳۲۰ھ} مطابق ^{۱۹۰۵ء} تک دارالعلوم دیوبند کی رواداد میں بحیثیت بانی نانوتی کا نام نہیں آتا تھا۔ اس کے بعد نانوتی کو بانی کی حیثیت سے متعارف کرانے کی سازش ہونے لگی۔ (دارالعلوم دیوبند کا بانی کون؟ از: ڈاکٹر غلام سعیٰ انجم مصباحی ص ۲۲، ۵۸)

مسلکِ دیوبند کے عناصر اربعہ:

مسلکِ دیوبند کے اشخاص اربعة جن کے لیے ”حسَّامُ الْحَرَمَيْن“ میں حکم کفر آیا۔ ان میں سے رشید احمد گنگوہی اور قاسم نانوتی، مملوک علی نانوتی کے شاگرد ہیں اور خلیل احمد انیسٹھوی اور اشرف علی تھانوی، مدرسہ دیوبند کے فارغ التحصیل تھے۔

خلیل احمد انیسٹھوی ^{۱۲۸۹ھ} میں مدرسہ دیوبند سے فارغ ہوا۔ یہ رشید احمد گنگوہی کا خاص شاگرد تھا، اور اور لیں کاندھلوی (۱۸۹۹ء-۱۹۷۳ء) رکن تبلیغی جماعت کا خاص استاد تھا۔ یہ سُنی بن کرنواب بہاول پور کے مدرسہ میں مدرس رہا، پھر مناظرہ بہاول

پور میں شکست کے بعد ۱۳۰۲ھ میں وہاں سے بھاگ گیا۔

اشرف علی تھانوی سال ۱۳۱۳ھ میں مدرسہ دیوبند سے فارغ ہوا۔ فراغت کے بعد چودہ سال ۱۳۱۵ھ تک مدرسہ فیض عام کان پور میں سنی بن کر مدرس رہا۔ فاتحہ و نیاز، سلام و قیام سب کچھ کرتا رہا، پھر تھانہ بھون میں مدرسہ اشرف فیرقاً کیا اور خانقاہ بنا کر اقامت پذیر ہو گیا۔

اشرف علی تھانوی، دیوبندی شیخ الہند محمود حسن (۱۲۶۸ھ-۱۳۳۹ھ-۱۸۵۱ء) کا خاص شاگرد تھا۔ محمود حسن دیوبندی مدرسہ دیوبند کا پہلا فارغ التحصیل تھا۔ ۱۹۲۰ء) کا صدر مطابق ۱۸۷۷ء میں مدرسہ دیوبند سے فارغ ہوا۔ ایک زمانے میں مدرسہ دیوبند کا صدر مدرس ہوا۔

تفویۃ الایمان کا اوّلین تردید نویس وہابی بن گیا:

ملوک علی نانوتوی پہلے سنی تھا اور تفویۃ الایمان کو ”تفویۃ الایمان“ کہا کرتا تھا (حیات محمد احسن نانوتوی، ص ۱۸۳-۱۸۴ء) از: پروفیسر محمد ایوب قادری)، پھر وہابی مذهب اختیار کر لیا۔ مملوک علی علامہ رشید الدین خاں دہلوی (۱۲۳۹ھ-۱۸۳۳ء) کا شاگرد تھا، جنہوں نے ربیع الثانی ۱۲۳۰ھ میں اسماعیل دہلوی کی موجودگی میں عبدالحکیم بڈھانوی سے دہلی جامع مسجد میں مناظرہ کیا تھا۔ مملوک علی نے سب سے پہلے تفویۃ الایمان کا رد لکھا تھا، جب کہ تفویۃ الایمان تصنیفی مرحلہ سے گزر رہی تھی، پھر اس نے ہندوستان میں وہابیت کو فروع دینے میں اہم کردار ادا کیا۔

قاضی فضل احمد لدھیانوی (۱۹۳۶ء) نے لکھا:

تاریخ وہابیہ دیوبندیہ، مرتبہ: حاجی مولوی مشی محمد لعل خاں صاحب مدرسی رضوی حنفی قادری اباقاہ اللہ تعالیٰ، مطبوعہ: کلیسی پر لیں کلکتہ ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء، حاشیہ صفحہ ۳۷۔

سردفتر محدثین و قدوة الحتقین فقیہ لاثانی مقبول سجافی استادی مولوی قاضی محمود سنکیری رَحْمَةُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمایا: جس وقت اسماعیل دہلوی نے تفویۃ الایمان کی تصنیف شروع کی تو اسی کے شاگرد امام بخش طالب

علم تھے۔ مولوی مملوک علی صاحب سے بیان فرمایا کہ ایک کتاب تقویۃ الایمان جو خلاف اہل سنت و جماعت ہے، تیار ہو رہی ہے۔ بسامقدمات اس کے راہِ حق سے دور ہیں۔ مولوی موصوف نے سنتے ہی فرمایا: شب کو وہ مسودات مجھ کو لا کر دینا۔ موافق وعدے کے شب کو وہ مسودات مولوی مملوک علی کے پاس آتے، اور اس کا رد آپ لکھتے۔ یہ بات مولوی اسماعیل صاحب کو معلوم نہیں تھی۔ جب کتاب تمام ہوئی، رو بھی اس کا تمام ہوا۔ اس رد میں یوں فرماتے ہیں: جو مولوی اسماعیل دہلوی کے ہاتھ کے مسودے دیکھے، تقویۃ الایمان کی جائے پر تقویۃ الایمان، بجائے قاف کے فے سے لکھا ہوا تھا۔ خداوند عالم نے اس کے ہاتھ سے لکھایا تھا۔ سچ ہے۔ یہ کتاب ایمان کو فوت کرنے والی ہے، اور اس کے بعضے مضامین کی خصلت گو بر کی ہے۔ جس طرح گو برمٹی کو لے جاتا ہے، اور جس گھر میں وہ رہے، ایمان کو لے جائے گی۔ بلفظہ (بشرطیکہ اس کے رد کرنے اور لوگوں کو بچانے کی نیت سے نہ رکھتا ہو)۔

(انوار آفتاب صداقت، ص ۵۳۲-۵۳۳۔ کتب خانہ سمنانی، اندر کوٹ، میرٹھ)

اسحاق دہلوی اور غیر مقلد و ہابیہ:

اسحاق دہلوی کے شاگرد نذری حسین مونگیری دہلوی (۱۸۰۵ء-۱۸۲۰ء-۱۸۲۰ء)، یعقوب دہلوی کے شاگردوں میں صدقیق حسن خاں قنوجی بھوپالی (۱۸۲۸ء-۱۹۰۲ء)، اور نذری حسین دہلوی کے شاگرد محمد حسین بیالوی (۱۸۳۲ء-۱۸۹۰ء-۱۸۹۰ء)، اور نذری حسین دہلوی کے شاگرد نادر حسین بیالوی (۱۸۳۸ء-۱۸۴۱ء-۱۸۴۱ء) نے ملک ہند میں غیر مقلدیت کو فروغ دیا۔ مولوی مملوک علی نانوتوی کے متعدد شاگردوں نے بھی غیر مقلدیت کو اختیار کیا، مثلاً ڈپٹی نذری احمد بجنوری دہلوی (۱۸۳۲ء-۱۹۱۲ء) وغیرہ۔ ایک طویل مدت تک غیر مقلدیت کو بھارت میں زیادہ فروغ نہیں مل سکا، پھر سعودی حکومت کے تعاون سے غیر مقلدوں نے بھارت میں اپنی تبلیغ شروع کی اور اب یہ لوگ خود کو ”سلفی“ کہتے ہیں۔

بقاۓ وہابیت کا سبب دُوْم، انگریزوں کا تعاون:

بھارت میں وہابیت کے زندہ رہ جانے کا ایک سبب انگریزوں کا تعاون تھا۔ انگریزی حکومت بھی چاہتی تھی کہ مسلمانوں میں فرقہ بندیاں ہوتی رہیں، تاکہ یہاں کے مسلمان باہمی تنازعات میں پھنسنے رہیں، اور متحد و متفق ہو کر انگریزی حکومت کے لیے خطرہ نہ بن سکیں۔ انگریزوں نے رائل ایشیاٹک سوسائٹی، کلکتہ سے ”تقویۃ الایمان“ کی اشاعت کر کے اسے مفت تقسیم کیا۔ غلام احمد قادریانی کے ذریعہ اسلام کے نظریہ جہاد پر ضرب لگائی۔ مدرسہ دیوبند اور ندوہ (لکھنؤ) کو انگریزی حکومت کی حمایت حاصل تھی، اور مدرسہ دیوبند کے بانیوں میں سے ذوالفقار علی دیوبندی، فضل الرحمن دیوبندی، اور اس کے اولین صدر مدرس محمد یعقوب نانوتوی انگریزی حکومت کے ریٹائرڈ ملازم تھے۔

پروفیسر محمد ایوب قادری دیوبندی نے لکھا:

”وہلی کالج کے فاضل مدرس مولا نا مملوک العلی کے وطن و برادری کے جن حضرات نے مولانا کی سرپرستی میں تعلیم پائی، وہ حضرات بھی تعلیمی نظام میں مسلک نظر آتے ہیں۔ مولانا فضل الرحمن دیوبندی اور مولانا ذوالفقار علی دیوبندی ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے۔ مولانا مملوک العلی کے صاحبزادے مولانا محمد یعقوب نانوتوی ابھیر کالج میں مدرس مقرر ہوئے، پھر بنا رس، بریلی اور سہارن پور میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے۔“

(حیات محمد احسن نانوتوی، ص ۳۸)

پروفیسر محمد ایوب قادری نے مدرسہ دیوبند سے متعلق لکھا:

”اس مدرسہ نے یومِ فواؤ ماً ترقی کی۔ ۱۸۷۳ء: جنوری ۵ء، بروز یک شنبہ یفیٹینٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز مسکی پامر نے اس مدرسہ کو دیکھا تو اس نے نہایت اچھے خیالات کا اظہار کیا۔ اس کے معاینہ کی چند سطور درج ذیل ہیں۔

”جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپے کے صرف سے ہوتا ہے، وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے۔ جو کام پر پہل ہزاروں روپے تنخواہ لے کر کرتا ہے، وہ یہاں

ایک مولوی چالیس روپے ماہانہ پر کر رہا ہے۔ یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں، بلکہ مدد و معاون سرکار ہے۔ (حیات محمد احسن نانوتوی، ص ۲۱۷)

ندوہ لکھنوا سنگ بنیاد ایک انگریز کے ہاتھوں رکھا گیا تھا (شبلی نامہ، ص ۱۲۰) اور انگریزی سرکار کا تعاون حاصل تھا۔

شیخ محمد اکرم نے لکھا:

”ندوہ کی تاریخ میں ۱۹۰۸ء کا سال ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس سال صوبہ (یوپی) کے گورنر نے دارالعلوم کی وسیع عمارت کا سنگ بنیاد رکھا اور حکومت کی طرف سے ندوہ کو بعض مقاصد کے لیے پانچ سوروپے ماہوار ملنی شروع ہوئی۔“

(شبلی نامہ، ص ۱۷۸-۱۷۹ از: شیخ محمد اکرم)

مدرسہ دیوبند کا قیام ۳۰ مئی ۱۸۶۲ء مطابق ۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ کو بروز پنج شنبہ ہوا تھا۔

ندوہ لکھنوا کا قیام ۱۸۹۲ء مطابق ۱۳۱۵ھ کو ہوا تھا۔ اس کی تحریک محمد علی مونگیری (۱۲۶۲-۱۳۱۵ھ) نے شروع کی تھی۔

بقائے وہابیت کا سبب سوم: جنگ غدر: ۱۸۵۷ء اور سُنّتی علماء پر برطانوی مظالم: وہابیت و دیوبندیت کے فروغ کا ایک اہم سبب بھارت کے سنسکرتی علماء پر انگریزی حکومت کا ظلم و جبر تھا۔ جنگ غدر یعنی پہلی جنگ آزادی: ۱۸۵۷ء میں علمائے اہل سنت و جماعت پیش پیش تھے۔ وہاںیوں نے انگریزی حکومت کی تائید کی تھی۔ جب جنگ غدر ختم ہوئی، اور انگریزی حکومت فتح یا ب ہو گئی تو انگریزوں نے بے شمار علمائے اہل سنت و جماعت کو گرفتار کر لیا۔ بے شمار علمائے کرام کو پچانسی کی سزا دی گئی۔ بہت سے علمائے کرام قید کر کے کالا پانی (جزیرہ انڈمان) بھیج دیئے گئے۔ عام مسلمانوں اور دیگر بھارتیوں کا بھی قتل عام ہوا۔

علامہ فضل حق خیر آبادی وہابیت کے رد و ابطال کے بھی قافلہ سالار تھے اور انگریزوں

کے خلاف جہاد کا فتویٰ بھی آپ نے ہی دہلی کی جامع مسجد سے جاری فرمایا تھا۔ آپ نے جنگ غدر میں بعض محاذوں پر بھارتی فوج کی سپہ سالاری کے فرائض بھی انجام دیے تھے۔ علمائے اہل سنت و جماعت آغاز امر سے ہی بھارت کو انگریزوں کے جاں سے آزاد کرنے کی کوشش میں تھے۔ پہلی جنگ آزادی: ۱۸۵۷ء سے قبل ہی علمائے اہل سنت بیدار ہو چکے تھے، اور نجی کوششیں شروع کر چکے تھے۔ انگریزوں نے مسلمانوں سے صرف حکومت، ہی نہیں چھینا، بلکہ وہ مسلمانوں کے ایمان کو تباہ و بر باد کرنے میں بھی بہت حد تک کامیاب رہے۔ جو ایمان بچا، وہ علمائے اہل سنت کی سعی پیغم کا نتیجہ ہے۔ جس کی تقدیر میں گمراہی تھی، وہ گمراہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مذہب حق کی نعمت گراں بہا عطا فرمائی، اس پر رب تعالیٰ کی حمد بیکراں۔ حضور اقدس حبیب کبریاضلی اللہ تعالیٰ علیہ وَسَلَّمَ کی محبت عطا ہوئی جو نجات کا پروانہ ہے، اس پر رب تعالیٰ کا شکر عظیم۔

علمائے اہل سنت و جماعت:

علمائے اہل سنت نے ۱۸۵۷ء کی اولين جنگ آزادی میں کلیدی کردار ادا کیا۔ علمائے اہل سنت نے دیکھا کہ بہت سے ہندوؤں نے علی الاعلان انگریزوں کی حمایت کی۔ مسلمانوں میں بھی بہت سے غدار اور نصاریٰ کے جاسوس نکلے۔ اسی غداری اور ہندوؤں کے درپرده انگریزوں کے تعاون کے سبب مجاہدین آزادی کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ دوسری جانب انگریزوں نے قوم مسلم میں مذہبی فتوؤں کو پروان چڑھا رکھا تھا۔ علامہ فضل حق خیر آبادی سمیت علمائے اہل سنت و جماعت کا ایک طبقہ قید و بند کی زندگی گزار رہا تھا۔ بہت سے علمائے اہل سنت کو چنانی دے دی گئی تھی۔ اس افراطی کے عالم میں وہابی مسلک کو پھلنے پھولنے کا خوب موقع ملا۔ مقلد و ہابیہ اور غیر مقلد و ہابیہ دونوں گروپ نے انگریزوں کی طرفداری کی تھی، اس لیے حکومتی سطح پر ان لوگوں کو تعاون حاصل رہا۔ مذہب اہل سنت صرف اپنی حقانیت کے سبب زندہ رہا۔

وہابیت کی اصل بغاوت ہی ہے، لیکن نصاریٰ کی بغاوت نہیں، بلکہ اہل اسلام سے

بغافت اور ارباب حکومت سے محبت، جیسے عرب میں وہابیوں کے اصل الاصول ابن عبد الوہاب خجڑی نے سلطنت عثمانیہ اسلامیہ سے مخالفت، اور نصاریٰ سے محبت کی۔ اسی طرح بھارت میں وہابیوں نے انگریزوں سے محبت کی اور سلطنتِ مغلیہ اسلامیہ سے بغاوت کی۔ حضور اقدس سرور کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالَیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمادیا تھا:

”يقتلون أهل الإسلام—ويدعون أهل الاوثان“

یعنی ”یہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور غیر مسلموں کو نظر انداز کریں گے۔“ فرمانِ نبوی کے بعد کسی شہادت کی ضرورت نہیں۔

برہمنوں کی کاسہ لیسی:

جب دیوبندیوں کو اندازہ ہو گیا کہ اب بھارت میں انگریزوں کا اقتدار چراغ سحری کی مثل ٹھیمار ہا ہے، تب انہوں نے ہندوؤں کی کثرتِ تعداد کے سبب اندازہ لگالیا کہ انگریزوں کے بعد ہندو دنیا نمبر ہے۔ وہابیہ نے ہندوؤں کی کاسہ لیسی شروع کر دی۔ اگر آزادی کی کوشش انفرادی طور پر ہوتی تو مسلمانوں سے لی گئی حکومت مسلمانوں کو ملنے کی بہت امید تھی۔ انگریز بھی کہہ چکے تھے کہ جب مسلمان پڑھ لکھ کر حکومت کے لاکھ ہو جائیں گے تو حکومت ان کے پر دردی جائے گی، تکروہا بھی کو اہلِ اسلام سے ازالی عداوت ہے۔

دیوبندی جماعت انگریزوں کو کمزور ہوتا دیکھ کر برہمنوں کی چاپلوسی کرنے لگی۔ اگر آزادی کے بعد مسلمانوں کو حکومت نہ بھی ملتی تو حکومت میں مسلمانوں کو مضبوط شراکت حاصل ہوتی، جیسے مسلمانوں کو جدا گانہ انتخاب کا حق ملا تھا۔ ملک کی تقسیم کا اصل سبب مسلمانوں کے ساتھ برہمنوں کی نا انصافی تھی کہ برہمنوں نے آزادی کے بعد مسلمانوں کو محض غلاموں کی طرح رکھنے کا فیصلہ کیا تھا۔

مسلمانوں نے بار بار اپنے حقوق کے لیے کانگریس سے جواب کا مطالبہ کیا، لیکن برہمنوں نے نا انصافی کی راہ متعین کی اور کانگریس نے قومِ مسلم کو ان کے حقوق سے متعلق اطمینان بخش جواب نہیں دیا۔ دیا یہ بھی کانگریس کی تائید میں لگے رہے۔

دیوبندی شیخ الہند محمود حسن عثمانی دیوبندی (۱۲۶۸ھ-۱۳۳۹ھ-۱۸۵۱ء- ۱۹۲۰ء) نے اپنے ہم خیالوں اور شاگردوں کی مدد سے ۹ نومبر ۱۹۱۹ء کو جمیعۃ العلماء کی تشکیل کی اور دیابنہ تن من وطن کے ساتھ کانگریس کی چاپلوسی میں بنتا ہو گئے۔ آج بھی دیوبندی جمیعۃ العلماء بھارت کے برہمنوں اور آرائیں ایس کی تائید میں مصروف ہے۔ دراصل یہ لوگ ارباب قوت حکومت کی چاپلوسی کے عادی ہیں، تاکہ ان کے ذاتی مفادات کا حصول ہو سکے۔ آزادی کے بعد جمیعۃ العلماء نے مسلمانوں کو کانگریس کے سپرد کر دیا۔ کانگریس مسلمانوں پر مسلسل ظلم و ستم کرتی رہی۔ اگر آزادی کے وقت مسلمان تنہ آزادی کی جنگ لڑتے اور کامیاب ہوتے تو آج بھارت میں مسلمانوں کا یہ حال نہ ہوتا۔

مسلمانوں کو حکومت میں ایک مضبوط حصہ ملتا، لیکن دیوبندیوں نے کانگریس کی حمایت کی اور مسلم لیگ مسلمانوں کے حقوق کے لیے لڑتی رہی۔ دیوبندیوں کے سبب مسلمان دو حصوں میں تقسیم ہو چکے تھے، اس کمزوری اور تفریق کو دیکھ کر قوم مسلم کو آزادی کے بعد ملنے والے حقوق کی نشاندہی کانگریس نہیں کی۔ نتیجہ کے طور پر مسلم لیگ نے تقسیم کا مطالبہ کر دیا اور انگریزوں نے ملک کو تقسیم کر دیا۔ دیوبندیوں کے سبب مسلمان سیاسی سطح پر کانگریسی اور مسلم لیگی دو گروپ میں تقسیم ہو گئے۔ برہمنوں کی کاسہ لیسی کرنے والے مسلمان کانگریسی ہوئے اور مسلمانوں کے حقوق کی آواز بلند کرنے والے مسلم لیگ سے مسلک ہو گئے۔ اب بھارت میں جو مسلمان فتح گئے، وہ کمزور ہو گئے۔ مختلف طریقوں سے ان پر ظلم و جبر ڈھایا جاتا ہے۔ بس اللہ ہی کا سہارا ہے۔

نوٹ: اس مقالہ میں بدمذہوں کے ناموں کے ساتھ درج "مولانا" تصحیح نقل کے التزام کی وجہ سے ہے۔



مولوی ابوالیوب دیوبندی کے ایک عظیم جل کا انکشاف

ملک سہیل اشرف عاقل

مولوی ابوالیوب دیوبندی نے لکھا ہے:

”چنانچہ جناب ارشد القادری صاحب سے یہ شکایت ہوئی کہ ”اعلیٰ حضرت“ اور اس کے شہزادے مخالفین کے حق میں اس قدر بد اخلاق کیوں واقع ہوئے اور انہوں نے تہذیب و شاسترگی کا دامن کیوں جھاڑ دیا، تو اس کے جواب میں قادری صاحب نے ایک بڑی حقیقت سے پردا اٹھاتے ہوئے انکشاف کیا کہ جب اعلیٰ حضرت کے مخالفین نے ان کی بات نہ مانی تو:

”..... تو مجبوراً اسی زبان میں ان سے (یعنی مخالفین سے۔ ناقل) بات کرنی پڑی جوز بان وہ اپنی نجی گفتگو میں استعمال کیا کرتے تھے۔“ (زیر وزیر، ص ۲۸۸۔ مطبوعہ لاہور)
 سبحان اللہ! جادو وہ جو سرچڑھ کر بولے۔ یعنی یہ زبان جس کے چند نمونے گزشتہ سطور میں پیش کیے گئے، وہ اپنی نجی گفتگو میں استعمال کیا کرتے تھے، اگر مخالفین مجبور نہ کرتے تو اس کا استعمال محض وہ اپنی نجی زندگی کی حد تک ہی محدود رکھتے، مگر مخالفین نے اعلیٰ حضرت کو اتنا مجبور کر دیا کہ پھر وہ اپنی کتابوں میں بھی اپنے گھر کی زبان گھیٹ لائے، اس سے زیادہ اعتراف آپ کو کہاں ملے گا۔“

(دست و گریبان، جلد ۳، صفحہ ۲۵، ۲۷، مطبوعہ دارالعلوم، عمرناوار، حق شریعت، اردو بازار، لاہور)

زیروزبر کی مکمل عبارت:

علامہ ارشد القادری صاحب لکھتے ہیں:

”تیسرا الزام بریلوی فتنہ کے مصنفین نے ”وَقْعَاتُ النَّانِ“ نامی کتاب پر عائد کیا ہے کہ اس کی زبان سوچیانہ اور غیر مہذب ہے۔ لیکن یہ الزام عائد کرتے وقت وہ یہ بتانا بھول گئے ہیں کہ یہ کتاب جن کے جواب میں لکھی گئی ہے خود ان کی زبان کیسی تھی اور کس طرح کے مضمایں سے انہیں دلچسپی تھی۔“

”حفظ الایمان“ کی مشہور زمانہ گستاخانہ عبارت کے تذکرہ کے بعد علامہ ارشد القادری صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

”جب موصوف علمی زبان میں بات نہیں سمجھ سکے اور بالکل ہٹ دھرمی پر اُتر آئے تو مجبوراً اسی زبان میں ان سے بات کرنی پڑی جوزبان وہ اپنی نجی گفتگو میں استعمال کرتے تھے۔“ (زیروزبر، ص 264، مطبوعہ اکبر بک میلز، لاہور)

اس عبارت سے صاف طور پر ظاہر ہو رہا ہے کہ علامہ ارشد القادری یہاں پر دیوبندی اکابرین کی نجی زبان و گفتگو سے متعلق بات کر رہے ہیں نہ کہ اعلیٰ حضرت یا شہزادہ اعلیٰ حضرت کی نجی زبان و گفتگو سے متعلق۔

مولوی ابوالیوب دیوبندی کی نقل کردہ عبارت:

”تو مجبوراً اسی زبان میں ان سے بات کرنی پڑی جوزبان وہ اپنی نجی گفتگو میں استعمال کرتے تھے۔“

اس عبارت میں ”ان“ سے مراد دیوبندی اکابرین ہیں جیسا کہ بریکٹ میں خود مولوی صاحب نے لکھا ہے اور ”جوزبان“ سے مراد ”دیوبندی اکابرین کی زبان“ ہے۔ اور (وہ اپنی نجی گفتگو میں استعمال کرتے تھے) سے مراد دیوبندی اکابرین ہی ہیں۔ اعلیٰ

حضرت یامفتی اعظم ہند ہرگز نہیں۔

علامہ ارشد القادری صاحب اسی عبارت کے ساتھ مزید لکھتے ہیں کہ:

”اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ میرے قلم کی طہارت و نفاست کو ٹھیس پہنچ گی تو میں ان کے ملفوظات سے فاہشانہ ذہنیت، غیر شریفانہ زبان اور گندہ مفاسدین کے کچھ نمونے ضرور پیش کرتا جس سے قارئین کرام ان کی ذوقِ طبع کا اچھی طرح اندازہ لگائیتے۔“

کتنے دکھ اور حیرت کی بات ہے کہ جس شخص کو علم کی بجائے دجل میں مہارت ہو، وہ علمائے اہل سنت کو پہ زبان درازی کرتا ہے اور ایک عظیم دینی علمی روحانی شخصیت حکیم الامت علامہ مفتی احمد یارخان نعیمی صاحب کے متعلق بکواس کرتا ہے کہ:

”مفتی احمد یارخان نعیمی گجراتی صاحب بھی انہی لوگوں میں تھے جن کا علم یا تحقیق سے دُور کا بھی رشتہ نہیں۔“

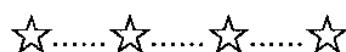
(دست و گریبان، ص ۱۲۰، مطبوعہ دارالتعیم، عمرناور، حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور)

آگے لکھتا ہے:

”مفتی احمد یارخان نعیمی صاحب پرویے تو ہمیں یقین تھا کہ جاہل ہی ہوں گے مگر ان کی کتاب دیکھ کر یقین ہو گیا یعنی پہلے علم یقین تھا اب عین یقین ہو گیا اور مجھے امید ہے کہ آپ کو بھی ہو گیا ہو گا۔“

(دست و گریبان، ص ۱۲۲، مطبوعہ دارالتعیم، عمرناور، حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور)

مفتی صاحب تو یقیناً اس بکواس کے مصدق نہیں ہیں، لیکن یہ جاہل دیوبندی اپنی اس بکواس کا مصدق ضرور ہے جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ ایسے دجل کے مظاہرے کے بعد اچھا تھا کہ یہ جاہل اعظم چلو بھر پانی میں ڈوب کے مر جاتا۔



قطع: ۱۳

دیوبندی خود بدلتے ہیں کتابوں کو بدل دیتے ہیں
ییشم عباس قادری رضوی

دیوبندی تحریف نمبر ۳۷:

دیوبندی مفتی نے حدیث شریف کے ترجمہ میں سے ”رسول“ کا الفاظ
نکال دیا:

مفتی محمود احمد دیوبندی (دارالافتاء جامعہ اشرفیہ، لاہور) کی جانب سے (دیوبندی
فرقہ میں شیخ الاسلام کھلوانے والے) مفتی تقی عثمانی دیوبندی کے افادات پر مشتمل ایک
کتاب بنام ”اسلام اور جدید معاشی مسائل“ ترتیب دی گئی ہے، اس کتاب
میں ”تصویر والے کپڑے کی خرید و فروخت“ کے عنوان کے تحت ”بخاری شریف“ سے
ایک حدیث شریف نقل کی گئی ہے، خیانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس حدیث شریف
کے اردو ترجمہ میں ایک مقام پر ”رسول“ کو غائب کر دیا گیا ہے، حالانکہ عربی متن
میں ”رسول“ کا الفاظ موجود ہے۔ دیوبندی مولوی کی جانب سے حدیث شریف کے اس
مقام کا کیا گیا ترجمہ ملاحظہ کریں:

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: فعرفت فی وجہه الکراہة (ان
تصاویر کی وجہ سے) میں نے حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے چہرہ مبارک
پر ناگواری کے آثار دیکھے۔ فقلت: یا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اتوب
إِلَى اللَّهِ إِلَى رَسُولِهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، مَاذَا أَذْنَبْتَ؟ میں نے عرض کیا:
یا رسول اللہ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ! میں اللہ کی طرف توجہ کرتی ہوں، مجھ سے کیا گناہ

ہو گیا ہے جس کی وجہ سے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ناگواری کا اظہار فرمایا ہے (اور مجھے اس کا علم نہیں ہے)۔“

(اسلام اور جدید معاشری مسائل، جلد ۲، صفحہ ۱۵۱، مطبوعہ ادارہ اسلامیات، ۱۹۰۱ء۔ انارکلی، لاہور)

نوت: قوسین میں درج الفاظ بھی کتاب سے نقل کیے گئے ہیں۔

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ حدیث شریف میں ”أَتُوبُ إِلَى اللَّهِ إِلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“ کے اردو ترجمہ میں دیوبندی مفتی کی جانب سے ”رسولہ“ کا لفظ نقل ہی نہیں کیا گیا جو کہ یہود یا نہ تحریف ہے۔ حدیث شریف کے ترجمہ میں یہ تحریف چاہے اس کتاب کے مرتب مفتی محمود احمد دیوبندی (دارالافتاء جامعہ اشرفیہ، لاہور) کی جانب سے کی گئی ہو یاد دیوبندی فرقہ میں شیخ الاسلام کہلوانے والے مفتی تقی عثمانی دیوبندی کی طرف سے، ہر حال میں قابل مذمت ہے۔

دیوبندی تحریف نمبر نمبر ۳۸ تا ۳۶:

نواب قطب الدین خان دہلوی کی کتاب ”منظہر حق“ کے جدید ایڈیشن میں مولوی شمس الدین دیوبندی کی شرمناک تحریفات:

مفتی شیر محمد علوی دیوبندی (سابق مفتی جامعہ اشرفیہ، لاہور) نے مولوی شمس الدین دیوبندی (مدرس دارالعلوم مدنیہ چنیوٹ شہر) کے نام لکھے گئے خط میں یہ بیان کیا ہے کہ: ”نواب قطب الدین خان دہلوی کی کتاب ”منظہر حق“ کے نومقاتات پر موصوف (یعنی مولوی شمس الدین دیوبندی، مدرس دارالعلوم مدنیہ چنیوٹ شہر) نے تحریف کا ارتکاب کیا ہے، اگر مزید تحقیق کی جائے تو مزید تحریفات کا انکشاف ہو گا۔“

ذیل میں مفتی شیر محمد علوی دیوبندی کا مکمل خط نقل کیا جا رہا ہے، ملاحظہ کریں:

”شرح مشکوٰۃ“ ”منظہر حق“ کی طبع جدید کے مرتب کی بد دیانتی:

حضرت مولانا مفتی شیر محمد علوی مدظلہ

۱۱ ربیع الاول ۱۴۳۹ھ بمطابق ۳۰ نومبر ۲۰۱۷ء

محترم جناب مولانا شمس الدین صاحب مدرس دارالعلوم مدنیہ چنیوٹ شہر
سلام مسنون!

عرض آنکہ آپ کی مرتبہ کتاب ”مظاہر حق“ (جدید) جو کہ حضرت نواب قطب الدین صاحب رحمہ اللہ کی طرف منسوب کر کے ان کے نام سے شائع کی گئی ہے، دیکھنے کا موقع ملا۔ اور بہت افسوس ہوا کہ آپ نے کتاب میں کئی مقامات پر تحریف اور علمی خیانت کا ارتکاب کیا۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ حضرت نواب صاحب کا نام استعمال نہ کرتے اور اپنے ہی نام سے ”مشکلہ شریف“ کا ترجمہ اور شرح شائع کر دیتے۔ اور آپ اس میں اپنے باطل (مماتی) نظریات بھرتے یا کچھ اور تو کسی کو اعتراض کا حق نہ ہوتا۔ مگر حضرت نواب صاحب قدس برڑہ جو کہ صحیح العقیدہ، اہل سنت کے مسلم محدث اور حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی رحمہ اللہ کے ممتاز تلمیذ رشید ہیں، ان کی طرف آپ نے غلط عقائد منسوب کر دیے تاکہ کچھ عرصہ کے بعد جب اصل پرانے نسخے نایید ہو جائیں گے تو یہی آپ کے باطل عقیدوں پر مشتمل کتاب کو ہی لوگ اصل کتاب سمجھیں گے اور نواب صاحب مرحوم کو بھی انہی عقائد باطلہ کا حامل قرار دیں گے اور اس کا سب و بال آپ کی گردن پر ہوگا، جبکہ نواب صاحب اس سے بری الذمہ ہوں گے۔

پہلے یہ ”تحریف“ اور ”الحق“ کا کام شیعہ کرتے تھے کہ اکابر اہل سنت کی کتب میں اپنے عقائد باطلہ کا الحق کرتے تھے جس کی پوری تفصیل حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ نے اپنی کتاب ”تحفہ اثنا عشریہ“ میں بیان فرمائی ہے اور اب یہ کام آجنباب نے سرانجام دے کر اپنی عاقبت خراب کی ہے۔

اس پر دیگر اہل علم حضرات سے بھی التماس ہے کہ غور فرماویں اور دوسرے حضرات کو بھی اس خیانت پر مطلع فرماؤیں تاکہ تمام قارئین اور بالخصوص دینی مدارس کے طلباء

محلہ کلمہ حق، پاکستان

گمراہی اور بدگمانی کے گناہ سے نفع سکیں۔

اب آپ کی تحریف اور علمی خیانت کے چند نمونے پیش خدمت ہیں:

خیانت نمبر۱:

خود حضرت نواب صاحب نے اپنی پوری سند حضرت شاہ اسحاقؒ سے لے کر مصنف مشکوٰۃ تک صفحہ ۳۲ پر تحریر فرمائی تھی آپ نے اس کو حذف کر دیا اور کوئی وجہ بھی حذف کرنے کی تحریر نہیں کی۔

خیانت نمبر۲:

حضرت نواب صاحب نے اپنی کتاب میں ص ۱۶ سے لے کر ص ۱۳ تک ائمہ مجتہدین اور محدثین کے احوال تفصیل سے تحریر کیے تھے، آپ نے خیانت کا ارتکاب کر کے ان سب کو نکال دیا۔

خیانت نمبر۳:

حضرت نواب صاحب نے سیدنا عمر فاروقؓ کی حدیث سے پہلے اور خطبہ کے بعد ص ۱۵ پر ایک فصل قائم کر کے محدثین کی اصطلاحات بیان فرمائی تھیں آپ نے ان کو نکال باہر کیا۔ معلوم نہیں آپ کی اس خیانت میں کیا مصلحت کا فرمائے؟

خیانت نمبر۴:

”باب المواقیت“ میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے تحت [۱۹۰] مرزا خیر اللہ کا مرتبہ نقشہ اوقات صلوٰۃ جو کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدیس سرہ کا پسند فرمودہ تھا آپ نے خیانت کر کے اس کو بھی نکال دیا۔

خیانت نمبر۵:

”باب الصلوٰۃ علی النبی صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَفَضْلُهَا“ کی فصل ثانی

میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت جس میں وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ ”ان لَّهُ ملْكَةُ سیاحین فی الارض“ (الحدیث) اس روایت کی تشریع کو آپ نے مکمل بدل دیا ہے، چنانچہ اصل عبارت یوں ہے:

”فائدہ: امت کی طرف سے سلام۔ جبکہ سلام بھیجتے ہیں مجھ پر قلیل ہو یا کثیر۔ اور یہ مخصوص ہے اس کے لیے کہ دُور ہے مزار شریف سے، یعنی جو وہاں جا کر بھیجتا ہے تو بلا واسطہ حضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سنتے ہیں، احتیاج فرشتوں کے پہنچانے کی نہیں اور اس میں اشارہ ہے طرف حیات دائی حضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے اور خوش ہونے ان کے بسبب پہنچنے سلام امت کے اشارہ ہے طرف قبول سلام کے، کہ قبول کرتے ہیں، اس کو فرشتے اٹھائے جاتے ہیں طرف حضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے، اور آگے آؤے گا کہ حضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جواب بھی سلام کا دیتے ہیں اس کو جو سلام بھیجتا ہے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر اور ایک روایت میں آیا ہے کہ فرشتے نام لیتے ہیں اس کا مثلًا کہتے ہیں یا رسول اللہ بے چارہ مسکین محمد قطب الدین ابن محمدی الدین یقوئی السلام“ یعنی وہ سلام عرض کرتا ہے خدمت با برکت میں۔

جان می دهم در آرزوائے قاصد آخر باز گو

در مجلس آن نازنیں حرفي که از ما میرود“

[مظاہر حق: ۱/۲۹۸، مکتبہ شیخ غلام علی ایڈنڈ سنز پبلشرز کشمیری بازار لاہور]

جبکہ آپ نے اس روایت کی تشریع یوں کی ہے:

”تشریع: جب کوئی آدمی رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر درود پڑھتا ہے تو ملائکہ اس درود کو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت

بابرکت میں پیش کرتے ہیں۔ اس حدیث سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو حیاتِ برزخیہ حاصل ہے تب ہی تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمتِ اقدس میں صلوٰۃ کو پیش کیا جاتا ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ درود سے خوش ہوتے ہیں اور صلوٰۃ وسلام کے پڑھنے والے کے لیے سعادت ہے۔ تیسرا بات یہ معلوم ہوئی کہ جب صلوٰۃ وسلام رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت بابرکت میں پیش کر دیا جاتا ہے تو وہ درجہ قبولیت کو پہنچ جاتا ہے، تب ہی تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں پیش کر دیا جاتا ہے۔” [ص: ۷۸]

خیانت نمبر ۶:

اسی فصل کی اگلی روایت جو حضرت ابو هریرہ رَضِیَ اللہُ عنہ سے مروی ہے جس میں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے: ”مَا مِنْ أَحَدٍ يَسْلِمُ عَلَى إِلَارْدَ اللَّهِ عَلَى رُوحٍ حَتَّى أَرْدَ عَلَيْهِ السَّلَامَ“ اس روایت کی تشریع بھی آپ نے اپنی طرف سے درج کر دی ہے، کیونکہ اصل عبارت یوں ہے:

”فَإِنَّمَا: عَقِيْدَةُ أَهْلِ السَّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ كَمَا كَانَتْ حَاضِرَةً صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَنْدَہ ہیں عالمِ برزخ میں اس لیے حیاتِ الْبَیْنَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کہتے ہیں۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَنْدَہ نہیں ہیں، وقت سلام کرنے کسی کے روح بدن مبارک میں لے آتے ہیں۔ جواب اس اشکال کا یہ ہے کہ مراد روح بھینے سے یہ نہیں ہے کہ رُوح بدن مبارک میں نہیں، اب بھینتے ہیں، بلکہ مراد یہ ہے کہ روح مبارک جو مشاہدہ رب العزت میں مستغرق ہے اس کو اس حالت سے

افاقت دے کر اس عالم کی طرف متوجہ کرتے ہیں تاکہ صلوٰۃ وسلام سنیں۔

پس اس توجہ اور آگاہ کرنے کو یوں کہا کہ ”بھیجتا ہے اللہ روح مجھ پر والانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم زندہ ہیں قبروں میں“۔ اب آگے کلام اس میں رہا کہ یہ فضیلت خاص زیارت کرنے والوں ہی کے لیے ہے یا عام ہے؟ ظاہریہ ہے کہ عام ہے یعنی خواہ دُور سے سلام بھیجیں یا مزار مبارک پر جا کر، مگر یہ کہ سلام زیارت کرنے والوں کا بے واسطہ ملائکہ کے سنتے ہیں اور دُور والوں کا بواسطہ ملائکہ کے جیسا کہ حدیث ابوذریہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سے جو کہ تیسری فصل میں ہے، سے ظاہر ہوتا ہے۔“

جبکہ آپ نے اس روایت کی تشریح یوں فرمائی ہے کہ:

”اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے کہ جب کوئی آدمی رسول اللہ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر صلوٰۃ وسلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ رسول اللہ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی روح کو لوٹا دیتا ہے اور آپ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عالم برزخ میں زندہ ہیں۔ کیونکہ عالم کی کل تین فتمیں ہیں：“

(۱) عالم دنیا: اس میں جسم ظاہر ہوتا ہے اور روح پس پرده ہوتی ہے اور احکام جسم پر لگتے ہیں۔

(۲) عالم برزخ: اس میں روح ظاہر ہوتی ہے اور جسم پس پرده ہوتا ہے اور احکام روح پر جاری ہوتے ہیں اور عالم برزخ کی وسعت دنیا کے مقابلے میں اس طرح ہے جس طرح ماں کے پیٹ کے مقابلے میں عالم دنیا کی وسعت ہے۔

(۳) عالم آخرت: اس میں جسم اور روح دونوں ظاہر ہوں گے اور دونوں کی حیثیت مساوی ہوگی اور دونوں سے احکام کا تعلق ہوگا اور دونوں مسؤول ہوں گے۔“

خیانت نمبرے:

اسی طرح اس باب کی فصل ثالث میں حضرت ابو هریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت جس میں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد مبارک ہے: من صلی علیٰ عند قبری (الحدیث) اس کی تشریع بھی آپ نے اپنی طرف سے درج کی ہے۔ اصل عبارت یوں ہے:

”فائدہ: یعنی پاس والے کا درود خود سنتا ہوں بلا واسطہ اور درود والے کا درود

ملائکہ سیاحین پہنچاتے ہیں اور جواب سلام کا بہر صورت دیتا ہوں اس سے معلوم کیا چاہیے کہ حضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پرسلام بھینے کی کیا بزرگی ہے اور حضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پرسلام بھینے والے کو، خصوصاً بہت بھینے والے کو کیا شرف حاصل ہوتا ہے۔ اگر تمام عمر کے سلاموں کا ایک جواب آئے سعادت ہے چہ جائے کہ ہر سلام کا جواب آئے۔

بہر سلام مکن رنجہ در جواب آن لب

کہ صد سلام مرا بس یکے جواب از تو“ [ص: ۳۰۲]

جبکہ آپ نے اس روایت کی تشریع یوں قلم بند فرمائی ہے:

”تشریع: اس حدیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں کہ جو آدمی میری قبر پر حاضر ہو کر درود پڑھتا ہے میں اس کو سنتا ہوں اور جو آدمی دُور سے دُرود پڑھتا ہے وہ مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔

اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ دُرود و سلام رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ

وَسَلَّمَ کے پاس پیش کیا جاتا ہے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تشریف نہیں لاتے۔ بعض اہل بدعت عشق کا دعویٰ کرتے ہیں اور محبوب کے پاس جانے کی بجائے اپنے ہاں بلانے پر اصرار کرتے ہیں، [ص: ۵۲۷]

خیانت نمبر ۸:

باب الجمعة: فصل ثانی میں اوس بن اوس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی روایت ہے، جس میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ: ان من افضل ایامکم یوم الجمعة فيه خلق آدم (الحدیث) کی تشریح میں آپ نے کچھ دیانت اور کچھ خیانت کا مظاہرہ کیا، یعنی جہاں تک آپ کے مطلب کی بات تھی اس کو تذکر کیا لیکن جہاں سے آپ کی مخالفت شروع ہوئی تو آپ نے عبارت ہی بدل دی، چنانچہ اصل عبارت یوں ہے:

”اور اخیر حدیث کا حاصل یہ ہے کہ زندہ ہیں انبیاء قبروں میں، یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کسی کو اس میں خلاف نہیں کہ حیات ان کو وہاں حقیقی جسمانی دنیا کی سی ہے نہ حیات معنوی روحانی جیسے کہ شہداء کو ہے اور سوان کے اور اموات بھی سنتے ہیں سلام اور کلام اور عرض ہوتے ہیں اعمال اقرباء ان کے بعض ایام میں۔“ [ص: ۳۲۲]

بجکہ آپ نے اس کو یوں ذکر کیا ہے:

”انَّ اللَّهَ حُرُمٌ— (الحدیث) ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے عام مردوں کی طرح انبیاء کے اجسام مطہرہ گل سڑ کر ختم نہیں ہوتے بلکہ قیامت تک محفوظ و مامون و معطر رہتے ہیں بلکہ یہاں تک کہ انبیاء کا کفن تک بھی میلانہیں ہوتا، وہ بھی قیامت تک اسی طرح تازہ رہے گا جس طرح کہ پہنایا تھا۔ ”فَإِنْ صَلَوْتُكُمْ مَعْرُوضةً عَلَىٰ“ اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو قبر مبارک میں حیات جسمانی حقیقی حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی ڈیوٹی رکائی ہوئی ہے کہ جب

بھی کوئی آدمی درود پڑھتا ہے تو آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔۔۔۔۔ [ص: ۱۰۰۰]

خیانت نمبر ۹:

اسی طرح اس باب کی فصل ثالث میں حضرت ابو دراء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس میں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ: اکثروا الصلاة علىٰ يوْمِ الْجُمُعَةِ . . . (الحدیث) اس میں بھی آپ نے رد و بدل کیا ہے چنانچہ اصل عبارت یوں ہے:

”آگے اس کے ابو دراء رضی اللہ عنہ نے بطریق استفہام کے کلام مذکور عرض کیا گمان اس کے کہ یہ حکم خاص ساتھ حالت ظاہری ہی کے ہے اور حرام کیا ہے یعنی منع کیا ہے زمین کو کھانے بدنوں ان کیسے۔ پس نہیں فرق ہے واسطے ان کے بیچ دونوں حالتوں کے یعنی حالت زندگانی اور مرنے کے اس لیے کہا گیا ہے: ”اولیاء اللہ لا يموتون ولكن ينتقلون من دار الى دار“ اور رزق دیے جاتے ہیں یعنی رزقِ معنوی اور منافی نہیں ہے کہ انبیاء کو رزق جسی بھی ہو۔ چنانچہ ظاہر یہی بات ہے جیسا کہ ارواح شہداء کے حق میں آیا ہے کہ کھاتے ہیں میوے جنت کے پس انبیاء تو اشرف ہیں ان کے لیے کیوں نہ یہ بات ہو؟ [۳۳۶]

جبکہ آپ نے اس کو یوں نقل کیا ہے:

”فنبی اللہ حیٰ یرزق“ یہ بات ہم پہلے واضح کر کچے ہیں کہ انبیاء کے اجسام مطہرہ اپنی قبروں میں بالکل محفوظ اور معطر ہیں اور کفن سمیت اسی طرح تروتازہ ہیں جس طرح اس وقت تازہ تھے جس وقت قبر مبارک میں رکھے گئے تھے اور انہیں رزق بھی دیا جاتا ہے،“ [ص: ۱۰۰۲]

محض سرسری مطالعہ سے یہ چند خیانتیں سامنے آئی ہیں، اگر تفصیل سے بظیر غائر دیکھا جائے تو نامعلوم کتنی مزید خیانتیں اور سامنے آئیں گی۔ فالی اللہ المشتکی۔

التماس: دیانت داری کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ان خیانتوں سے رجوع کریں اور کتاب کی اصلاح کریں، نیز اپنے رجوع اور کتاب میں اصلاح کی اطلاع اور اعلان بھی کسی مناسب طریقہ سے کریں، کیونکہ اشاعت کے بعد کتاب کئی لوگوں کے ہاتھ پہنچ چکی ہے، یا پھر نواب صاحب قُدِّسَ سُرُّہ کا نام ہٹا کر اپنا نام بطور مترجم و شارح کے لکھیں اور کتاب کا نام بھی کوئی دوسرا تجویز کریں تاکہ لوگوں کو دھوکہ اور مغالطہ نہ لگے۔

احقر نے جس نسخے کے صفحات لکھے ہیں وہ ”شیخ غلام علی ایند سنز، لاہور“ کا مطبوعہ ہے اور یہی قبل ازیں دہلی اور لکھنؤ سے شائع ہوتا رہا ہے۔ اپنے عریضہ کی کاپی ناشر کتاب (مکتبۃ العلم، اردو بازار، لاہور) اور دیگر اہل مدارس کو بھی بھیج رہا ہوں تاکہ علمائے کرام آپ کی جسارت اور علمی خیانت پر مطلع ہو کر احتیاط کا پہلو اختیار کریں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو توبہ کی توفیق و ہمت عطا فرمائے اور اگر توبہ نہ کی تو یقیناً عاقبت خراب ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔ وَاللَّهُ الْمُوْفَّقُ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ۔

فقط والسلام: جواب کا منتظر، آپ کا خیر خواہ:

الاحقر شیر محمد علوی، سابق مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور
و مدیر دارالافتاء جمیلی، مدرسہ خدام اہل سنت تعلیم القرآن، کرم آباد، وحدت روڈ، لاہور،
(ماہنامہ صدر، لاہور، شمارہ: ۸۳۔ بابت فروری ۲۰۱۸ء۔ صفحہ ۲۵۱ تا ۲۵)

قارئین! آپ نے ملاحظہ کیا کہ ”مظاہر حق“ کے نومقامات پر مولوی شمس الدین دیوبندی (مدرس دارالعلوم مدینہ چنیوٹ شہر) کی تحریف و بد دیانتی مفتی شیر محمد علوی دیوبندی نے اپنے خط میں بیان کر دی ہے۔ تا حال اس خط کے جواب میں مولوی شمس الدین دیوبندی نے اپنی شرمناک تحریفات سے توبہ نہیں کی۔

حاجی امداد اللہ مہا جرمکی
 مولوی قاسم نانو توی دیوبندی
 سراج الیقین دیوبندی
 اور مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری دیوبندی

اللہ تعالیٰ کے ”بے ادب“ ہیں:

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کا فتویٰ

مولانا محمد الطاف تونسی

دیوبندی یہا رحیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے کہا:
 ”بعض لوگ جناب رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو اللہ تعالیٰ کا معشوق کہتے ہیں، چنانچہ شعراً، اشعارِ نعتیہ میں اس مضمون کو باندھتے ہیں، سو عشق کا خاصہ ہے عاشق کو مضطرب کر دینا اور حق تعالیٰ اس سے منزہ ہے۔ مگر غصب یہ ہے کہ بعض بے باکوں نے اس اضطراب کو بھی نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کے لیے مان لیا۔“

(اشرف الجواب، صفحہ نمبر ۱۶۸، مطبوعہ المیر ان، اردو بازار، لاہور)

مولوی اشرف علی تھانوی نے مزید کہا:
 ”الحاصل معشوق کہنا یہ سخت بے ادبی ہے، اس لیے کہ عشق خاصہ آدمی کا ہے، اس

لیے کہ عشق نام ہے نفس کے ایک خاص انفعال کا اور اللہ تعالیٰ انفعال اور تاثر سے پاک ہے۔ (اشرف الجواب، صفحہ نمبر ۱۶۸)

ان دونوں اقتباسات سے ثابت ہوا کہ تھانوی صاحب کے مطابق اللہ تعالیٰ کو عاشق کہنا ”بے ادبی“ ہے۔ اب دیکھتے جائیے کہ اس فتویٰ کی زد میں دیوبندیوں کے کون کون سے اکابر آتے ہیں۔

دیوبندیوں کے پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہا جرمکی کا اللہ پاک کو ”عاشق“ کہنا:

حاجی امداد اللہ مہا جرمکی نے لکھا ہے:

خدا عاشق تمہارا اور ہو محبوب تم اس کے
ہے ایسا مرتبہ کس کا سناو یا رسول اللہ

(کلیات امدادیہ، ص ۲۰۵، مطبوعہ دارالاشراعت، ایم اے جناح روڈ، کراچی)

اس شعر میں حاجی صاحب نے واضح طور پر اللہ تعالیٰ کو ”عاشق“ کہا ہے۔

دیوبندیوں کے امام مولوی قاسم نانو توی کا اللہ پاک کو نبی ﷺ کو ”علیہ وَسَلَّمَ“ کو ”عاشق“ کہنا:

اسی طرح دیوبندی فرقہ کے بانی مولوی مولوی قاسم نانو توی نے نبی ﷺ کو ”علیہ وَسَلَّمَ“ کی شان میں ایک قصیدہ لکھا، جس میں وہ کہتے ہیں کہ:

خدا ترا، تو خدا کا حبیب اور محبوب
خدا ہے آپ کا عاشق، تم اسکے عاشق زار

(قصیدہ بہاریہ، بحوالہ محلہ محبت: ۱، صفحہ ۷۱، کراچی)۔

زیر پرستی صوفی اقبال خلیفہ مولوی زکریا کاندھلوی دیوبندی

اب اس شعر میں دیوبندی فرقہ کے بانی مولوی قاسم نانو توی نے خدا تعالیٰ کو نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق کہا ہے۔

سراج الحقین دیوبندی کا شاہ ہدایت اللہ کو ”معشوق اللہ“ کہنا:

اسی طرح دیوبندی سراج الحقین مولوی سراج الحقین دیوبندی نے اپنا شجرہ
 قادریہ رزاقیہ لکھتے ہوئے شاہ ہدایت اللہ کا ذکر اس انداز میں کرتے ہیں:

”حضرت شاہ ہدایت اللہ، عاشق اللہ، معشوق اللہ“

(حوالہ شمس العارفین، صفحہ نمبر ۳، مطبوعہ المکتبۃ العزیزیہ، ۱۲۔ اردو بازار، لاہور)

یہاں دیوبندی مولوی سراج الحقین نے شاہ ہدایت اللہ کو ”معشوق اللہ“ کہا ہے۔

دیوبندیوں کے امیر شریعت مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری دیوبندی کا اللہ
پاک کو ”عاشق“ کہنا:

اسی طرح دیوبندی شریعت کے امیر عطا اللہ شاہ بخاری نے اپنی تقریر میں نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا ذکر کرتے ہوئے کہا:

”میرے ہالیو (ہل جوتے والو) اللہ کا محبوب، عاشق کے گھر کو چلا“

(حوالہ سوانح و افکار سید عطا اللہ شاہ بخاری، صفحہ نمبر ۲۸)

مذکورہ بالاحوالہ جات میں (۱) حاجی امداد اللہ مہاجر کی (۲) مولوی قاسم نانو توی
دیوبندی (۳) سراج الحقین دیوبندی (۴) اور مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری دیوبندی نے
اللہ تعالیٰ کو ”عاشق“ کہا ہے، لہذا مولوی اشرفعلی تھانوی دیوبندی کے فتویٰ کے مطابق
مذکورہ دیوبندی اکابر، اللہ تعالیٰ کے ”بے ادب“ قرار پا گئے۔

☆.....☆.....☆.....☆

نوٹ: یہ مضمون ”مولوی ابوالیوب دیوبندی“ کو آئینہ دکھانے کے لیے لکھا گیا ہے۔

تبصرہ کتب

نام کتاب: تحفظ اہل سنت و جماعت (جلد اول)

مؤلف: ڈاکٹر قاری ابو الحسن محمد ارشد مسعود اشرف چشتی

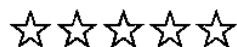
صفحات: ۲۷۲

باہتمام: ناشر مسلک اہل سنت، پیکر اخلاص، ضیغم اسلام، حضرت علامہ مولانا سید مظفر حسین شاہ قادری مددِ ظلہ العالی

ناشر: مکتبہ منظر الاسلام، پاکستان

اسٹاک: مسلم کتابوی، داتا در بار مارکیٹ، لاہور 11577441203

ڈشناں باز ساجد خان دیوبندی کی کتاب ”فاعل اہل السنۃ“ کے جواب کی پہلی جلد شائع ہو گئی ہے، مزید پر کام جاری ہے، یہ کتاب مکتبہ رضاۓ مصطفیٰ گوجرانوالہ اور کراچی میں موجود اہل سنت کے کتب خانوں سے حاصل کی جاسکتی ہے۔



نام کتاب: گشْفُ الْمَحْجُوب

مؤلف: حضرت سید علی بن عثمان الجبوري المعروف داتا گنج بخش لاہوری رَحْمَةُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ

مترجم: مولانا غلام معین الدین نجیبی

تخریج تصحیح و تعلیقات: مولانا عاطف سلیم نقشبندی (صفحات: ۵۰۷)

ناشر: پروگریسوبکس، یوسف مارکیٹ، غزنی سڑبریٹ، اردو بازار، لاہور

رابطہ نمبر: 03214146464

ادارہ پروگریسوبکس، اردو بازار، لاہور نے کچھ عرصہ میں نہایت مفید اور علمی کتب شائع کی ہیں، انہی کتب میں حضرت سید علی بن عثمان الجبوري المعروف داتا گنج بخش

لاہوری رَحْمَةُ اللَّهِ تَعَالَیٰ عَلَیْهِ کی مشہور و معروف کتاب ”کشف الحجوب“ بھی شامل ہے، یہ کتاب پاکستان کے کئی ادارے شائع کر رہے ہیں، لیکن زیر تبصرہ نسخہ چند وجوہ سے ان میں نمایاں حیثیت کا حامل ہے، اس نسخہ میں موجود احادیث کی تخریج ابواب اور رقم الحدیث کی نشاندہی کے ساتھ کی گئی ہے، اس میں مذکور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین و مشارع عظام رَحْمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَیٰ کا تعارف حاشیہ میں نقل کر دیا گیا ہے، نیز جا بجا تعلیقات کا اہتمام بھی کیا گیا ہے، یوں اس نسخہ کی افادیت دو چند ہو گئی ہے، کتاب کا طباعتی معیار بھی عمدہ ہے جس سے کتاب کا حسن دو بالا ہو گیا۔ ”کشف الحجوب“ کا یہ نسخہ اہل ذوق کو دعوتِ مطالعہ دے رہا ہے۔



نام کتاب: فضائل الصحابة (حضرت امام احمد بن حنبل شیبانی - ۲۳۱ھ)

مع ثناء القرابة على الصحابة (امام ابو الحسن دارقطنی - ۳۸۵ھ)

مع: الہی عن سب اصحاب الرسول (امام حافظ محمد بن واحد ضیاء الدین مقدسی - ۴۲۳ھ)

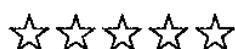
صفحات: ۸۶۸

محرك: مولا ناعاطف سلیم نقشبندی

ناشر: پروگریسیونس، یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

رابطہ نمبر: 03214146464

فضائل و عظمت صحابة کرام کے موضوع پر امام احمد بن حنبل، امام ابو الحسن دارقطنی، امام محمد بن عبد الواحد ضیاء الدین مقدسی کی کتب کا اردو ترجمہ شائع ہو گیا ہے، اس کے محرك مولا ناعاطف سلیم نقشبندی ہیں، جن کی تحریک سے متعدد علمی کتب شائع ہو چکی ہیں۔



نوت: کتابوں پر تبصرہ سرسری مطالعہ کے بعد کیا جاتا ہے۔ کتاب کے ہر لفظ سے ادارہ اتفاق ضروری نہیں۔

مولوی الیاس گھسن دیوبندی کے بارے میں ایسے حقائق جن کو جان کر
ایک شریف اور دین دار آدمی کا سر شرم سے جھک جائے

مولوی الیاس گھسن دیوبندی

اپنے کردار کے آئینے میں

(جلد اول)

مؤلف
میشم عباس قادری رضوی

ناشر
ادارہ تحفظ عقائد اہل سنت و جماعت، پاکستان